اک عاقل، قائد و اقبال کا دیوانہ وشیدا
قلندر، جس کی اسکندر سے بڑھ کر شان وشوکت ہے

B.176

مبلغ تحریک پاکستان

مولانا محمد بخش مسلم بی اے

ترتیب وتدوین
سید محمد عبداللہ قادری

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

اک عاقل، قائد و اقبال کا دیوانہ و شیدا
قلندر، جس کی اسکندر سے بڑھ کر شان و شوکت ہے

مبلغِ تحریک پاکستان

مولانا محمد بخش مسلم بی اے

ترتیب و تدوین

سید محمد عبداللہ قادری

ناشر

رضا اکیڈمی، لاہور (پاکستان)

سلسلہ اشاعت نمبر

نام کتاب ——— مبلغ تحریکِ پاکستان ——— مولانا محمد بخش مسلم بی۔ اے
ترتیب وتدوین ——— سید محمد عبداللہ قادری 84484
صفحات ——— 128
قیمت ——— =/
اشاعت ——— رجب 1424ھ/2003ء
کمپوزنگ ——— الحجاز کمپوزرز، اسلام پورہ، لاہور فون 7225944
ناشر ——— رضا اکیڈمی، لاہور

——— نوٹ ———

بیرونی حضرات بیس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں

رضا اکیڈمی، لاہور

محبوب روڈ۔ رضا چوک۔ مسجد رضا۔ چاہ میراں۔ لاہور نمبر ۳۹
فون نمبر 7650440

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	پیش لفظ	4
2	انتساب	6
3	تہدیہ	7
4	ابتدائی حالات اور تعلیم و تربیت	8
5	عقائد مسلم	11
6	مسلم مسجد	14
7	شعلہ بیان خطیب	20
8	یوم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مولانا مسلم کی شرکت	24
9	حضرت علامہ محمد اقبال اور مسلم	25
10	حضرت قائد اعظم محمد علی جناح اور مسلم	31
11	انجمن معین الاسلام اور مسلم	35
12	مجلس شوریٰ کی رکنیت اور مسلم	38
13	تحریک پاکستان، گولڈ میڈل اور مسلم	39
14	مسلم لیگ میں شمولیت اور مسلم	41
15	ممبر اسلامی نظریاتی کونسل	42
16	مولانا مسلم اور صحافت	42
17	مطبوعہ کتب / مضامین	43
18	مولانا مسلم کی تحریر کے چند نمونے	48
19	مولانا مسلم کی شاعری	80
20	تاثرات مشاہیر	87
21	مضمون سید نور محمد قادری	105
22	کتب مسلم پر مشاہیر کی تحریریں	111
23	آخری ایام / وفات / تدفین	116
24	ماخذ	121
25	سوانحی خاکہ (سیّد محمد عبداللہ قادری)	124

پیش لفظ

ترجمان[1] پاکستان، مولانا محمد بخش مسلم بی۔ اے، تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن، شعلہ بیان خطیب، مقرر، شاعر اور ادیب تھے۔ پاکستان کے دو عظیم راہنماؤں، قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ محمد اقبال علیہما الرحمۃ کے معتمد رفیق تھے۔ مولانا مسلم نے تحریک پاکستان کے سلسلہ میں یادگار کام کیا ہے۔ میں نے مولانا پر کام کرنے کی سعی کی ہے۔ مولانا اس کام کے حق دار تھے۔ ہمارے ہاں ایک بڑا المیہ ہے کہ ہم محسن فراموش ہیں۔ زندگی میں کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ مرنے کے بعد سر پر اٹھائے پھرتے ہیں۔

مولانا محمد بخش مسلم بی۔ اے، ایک ایسے گھرانے کے فرد تھے جہاں دور دور تک علم وادب کی شمع روشن ہوتی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اُن کی علم سے وابستگی ایک خداداد کرشمہ تھا وہ بڑے ذہین وفطین تھے، اردو، انگریزی ادب کا گہری نظر سے مطالعہ کرتے تھے۔ مولانا کی وفات کے بعد ''مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ، لاہور (قائم شدہ ۱۹۶۸ء) کے محرک حکیم محمد موسیٰ امرتسری لاہوری (م۔ نومبر ۱۹۹۹ء) نے اپنے دیرینہ، علم نواز دوست، نامور مورخ، محقق ونقاد سید نور محمد قادری علیہ الرحمہ (م۔ ۱۹۹۶ء) چک ۱۵ شمالی ضلع گجرات / ضلع منڈی بہاء الدین کو کہا کہ سید صاحب! آپ مولانا مسلم پر ایک مفصل کتابچہ تیار کریں۔ مواد میں فراہم کروں گا۔ سید صاحب علیہ الرحمہ نے تحریری کام شروع کیا۔ ۲۰، ۲۵ صفحات لکھ چکے تھے کہ سید صاحب علیہ الرحمہ دسمبر ۱۹۸۹ء، جنوری ۱۹۹۰ء میں حادثاتِ غم سے دوچار ہو گئے (سید صاحب کے دو داماد، سید غلام عباس شاہ، سید صدیق ارشد، ایک ماہ میں داغ مفارقت دے گئے) ان حادثات کے بعد سید صاحب مزید کچھ نہ لکھ سکے۔ مجھے سید نور محمد قادری علیہ الرحمہ سے نسبت فرزندی ہے۔ مجھے حکم دیا کہ زندگی میں جب بھی موقع ملے تو مولانا محمد بخش مسلم علیہ الرحمہ پر مفصل کتابچہ تیار کر دینا۔ کیونکہ مولانا محمد بخش مسلم کے قوم وملت پر بہت احسانات ہیں۔ احسان فراموشی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں۔

---

(۱) ترجمان پاکستان، کا لفظ سید قاسم محمود نے سالنامہ کتاب لاہور اکتوبر نومبر ۱۹۶۸ء، ص ۷۰۵ پر لکھا ہے۔

میں نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ مولانا محمد بخش مسلم کی زندگی کو بھرپور انداز میں روشناس کرواسکوں۔ میں اس سلسلہ میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔ اسکا اندازہ قارئین ہی لگائیں گے۔ مولانا محمد بخش مسلم جیسے کئی ''قومی رہنما'' دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ ہمارے ہاں زندہ اکابر کی قدر کا رواج نہیں ہے۔ پنجابی زبان کی ایک مثل مشہور ہے:

''جیوندیاں ٹھوی نہ ہوئی تے مُویاں سہاگن ہوئی''

کئی شخصیات مرنے کے بعد بھی ''سہاگن'' نہیں ہوتیں۔ بلکہ جوں کی توں رہتی ہیں۔

مولانا محمد بخش مسلم علیہ الرحمہ کی زندگی پر قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہما کی گہری چھاپ تھی۔ ان کے علاوہ ایک شخصیت سے بہت متاثر تھے صرف متاثر ہی نہیں بلکہ ان کے مرید بھی تھے، وہ شخصیت تھی، حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ کی، میاں شیر محمد نقشبندی صاحب کے بعد دربار شرقپور شریف کے سجادہ نشین حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی کے معتقد تھے۔ ان بزرگوں سے اُنس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا محمد بخش مسلم علیہ الرحمہ کا خاندان، شرقپور سے منتقل ہو کر لاہور میں آباد ہو گیا تھا۔ میں نے مولانا مسلم کے بہت سے پرانے ساتھیوں سے کہا ہے کہ مولانا پر کتابچہ شائع کر دیں۔ اس طرف کوئی دھیان نہیں دیتا کیونکہ درمیان میں روپے پیسے کی بات ہے۔ ویسے بڑے مزے لے لے کر مولانا کی باتیں سناتے ہیں۔ کئی احباب کہتے ہیں: ''چھڈو جی مسلم تے کون کتاب چھاپے؟ مسلم کوئی ایڈا وڈا بندہ تے نئیں۔'' میں ۲۰ راگست ۲۰۰۲ء کو لاہور آیا تو جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ میں شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی سے ملاقات کی۔ انہیں مسودہ مولانا محمد بخش مسلم بی۔ اے دکھایا تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ مجھے عکس بنوادیں میں کوشش کرتا ہوں کہ اشاعت کا بندوبست ہو جائے۔ میں اس سلسلہ میں اُن کا ممنون ہوں۔

سید محمد عبداللہ قادری
ابن سید نور محمد قادری

انتساب

میں ان چند اوراق کو

- حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ (م ۱۹۲۸ء)
- حضرت علامہ محمد اقبال (قادری) علیہ الرحمہ (م ۱۹۳۸ء)
- حضرت قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۴۸ء)

کے نام معنون کرتا ہوں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

مولانا محمد بخش مسلم کو ان بزرگوں سے والہانہ محبت تھی

سید محمد عبد اللہ قادری عفی عنہ

چک ۱۵ شمالی۔ ضلع منڈی بہاء الدین

(پنجاب) پاکستان

تھدیہ

○ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی مدظلہ العالی

(سجادہ نشین دربار شرقپور شریف)

○ حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری چشتی نظامی فخری رحمۃ اللہ علیہ لاہور (م نومبر ۱۹۹۹ء)

(داعی، محرک مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ لاہور، اپنی متاع حیات کے آخری لمحہ تک، تعلیمات اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کو روشناس کروانے میں گزرا)

○ نامور مورخ، محقق ونقاد سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ عایہ (م نومبر ۱۹۹۶ء) چک ۱۵ شمالی، ضلع منڈی بہاءالدین

بقول میاں کلیم اختر مرحوم:

"سید نور محمد قادری، دوقومی نظریہ کے حامی ہی نہیں، بلکہ مبلغ بھی ہیں۔ انہیں ایسا بزرگ کہا جا سکتا ہے جو اسلامی فکر میں اقبال کے خوشہ چین اور سیاسی عمل میں قائداعظم کے معاصر ہیں۔

سید محمد عبداللہ قادری عفی عنہ
چک ۱۵ شمالی۔ ڈاکخانہ چک ۵ منڈی بہاءالدین
(پاکستان)

ابتدائی حالات/تعلیم و تربیت

تحریکِ پاکستان کے معروف کارکن اور نامور عالمِ دین مولانا محمد بخش مسلم بی۔ اے کا شمار اُن علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے جدوجہد آزادی اور قیامِ پاکستان کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور مسلم لیگ کے پُر جوش مبلغ و کارکن کی حیثیت سے اسلامیانِ برصغیر کو دوقومی نظریہ کی اہمیت و افادیت سے آگاہ کیا۔ وہ ایک خوش الحان مقرر کی حیثیت سے پنجاب کے علاوہ ملک کے دوسرے صوبوں میں بھی مقبول تھے۔ اپنی مقبولیت کو انہوں نے ہمیشہ ملک و قوم میں اتحاد اور یگانگت کے جذبات کے فروغ کے لئے استعمال کیا۔ مولانا مرحوم کو یہ فخر بھی حاصل تھا کہ وہ حضرت علامہ محمد اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح رحمہم اللہ تعالیٰ کے جاں نثار ساتھیوں میں سے تھے اور اپنی اس حیثیت سے انہوں نے اپنی زندگی اسلام کی تبلیغ اور اصلاحِ معاشرہ کے لئے وقف کر دی تھی۔ اُن کی وفات سے تحریکِ پاکستان کا ایک ہیرو اور اسلام کا ایک انتہائی مخلص مبلغ ہم سے جُدا ہو گیا۔

مولانا محمد بخش مسلم بی۔ اے علیہ الرحمہ ۱۸؍ فروری ۱۸۸۷ء کو لاہور شہر کے ایک متوسط الحال گھرانے میں پیدا ہوئے۔ باپ کا نام میاں پیر بخش تھا (م ۱۸؍ مارچ ۱۹۳۳ء)۔ خُسر کا نام میاں بلے خان (م ۳۱؍ مئی ۱۹۳۵ء) تھا۔ مولانا محمد بخش مسلم کا خاندان شرقپور شریف کا رہنے والا تھا۔ پھر وہ لاہور کے چھتہ بازار میں مقیم ہو گئے۔ مولانا مسلم چھتہ بازار میں ہی پیدا ہوئے۔ مولانا مسلم کے گھرانہ میں علم کا چرچا بہت کم تھا۔ علم کا شوق، مولانا کو قدرت کی طرف سے ودیعت ہوا تھا۔ ذہانت بھی خداداد تھی۔ مولانا مسلم نے قرآن مجید سیدہ چراغ بی بی کے ہاں پڑھا۔ مولانا ذہین تھے، اُن کی ذہانت کی بنا پر کچھ عرصہ بعد مولانا مسلم کی استانی صاحبہ نے اُن کے والد میاں پیر بخش کو بلوایا اور کہا کہ آپ کا بچہ یہاں پڑھنے والے بچوں میں سب سے اچھا پڑھتا ہے اسے اعلیٰ تعلیم ضرور دلوائیں۔ استانی صاحبہ کی باتیں والدین پر اثر انداز ہوئیں۔ مولانا کے والد صاحب نے انہیں اچھی تعلیم دلوانے کا عزمِ صمیم کیا لیکن معاشی حالات اچھے نہ تھے۔

مولانا محمد بخش مسلم فرماتے تھے کہ مجھے ایک واقعہ اب بھی یاد ہے کہ ایک روز میں ساری رات پڑھتا رہا۔ میں نے کتابوں سے بہت کچھ سیکھ لیا لیکن اس دوران دو پیسے کا تیل جلتا رہا، میرے والد کہنے لگے اگر اسی طرح تیل جلتا رہا تو کیا بنے گا؟

مولانا محمد بخش مسلم نے جب ہوش سنبھالا تو مولانا غلام مرشد کے درس میں شریک ہوئے جو سنہری مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔ مولانا غلام مرشد، جید عالم تھے۔ تحریک پاکستان کے مخلص کارکن تھے۔ مشہور ادیب شاعر اور نقاد جناب احمد ندیم قاسمی کے حقیقی خالہ زاد بھائی تھے۔ ''انگہ''، ضلع خوشاب کے رہنے والے تھے۔[1]

مولانا غلام مرشد کے علاوہ، مولانا مسلم، مولانا اصغر علی روحی کے درس، اندرون بھاٹی ''جنڈی ویڑہ'' میں شریک ہوئے۔ مولانا روحی، اسلامیہ کالج لاہور میں شعبہ عربی کے صدر تھے۔ آپ سے علمی فیض اٹھانے والوں میں حضرت علامہ محمد اقبال، شیخ عبدالقادر اور جسٹس میاں عبدالرشید (سابق چیف جسٹس پاکستان) جیسی فاضل ہستیاں شامل تھیں۔ مولانا مسلم نے مولانا غلام مرشد اور مولانا اصغر علی روحی سے اپنی استعداد کے مطابق جی بھر کر فائدہ اٹھایا۔

مولانا مسلم نے میٹرک کا امتحان شیرانوالہ ہائی اسکول لاہور سے پاس کیا۔ مالی کمزوری کے باعث مولانا، کالج میں داخل نہ ہو سکے، منشی فاضل کی تیاری شروع کر دی۔ عربی کتب، مولانا اصغر علی روحی اور فارسی کتب مولانا احسان اللہ شاہ جہان پوری برادر ملک برکت علی (برکت علی محمڈن ہال، لاہور انہی کے نام سے منسوب ہے) سے پڑھنی شروع کیں ۱۹۱۱ء ۱۹۱۲ء کے لگ بھگ منشی فاضل کر لیا۔

منشی فاضل کرنے کے بعد ۱۹۱۸ء میں بی اے کا امتحان امتیازی شان سے پاس کیا۔

یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا، کہ آج سے ۸۴ سال پہلے بی۔ اے کی ڈگری کو معراجِ کمال سمجھا جاتا تھا اور لوگ بڑے فخر کے ساتھ اپنے نام کے ساتھ بی۔ اے کا لفظ لکھا کرتے تھے۔ مثلاً احمد ندیم قاسمی، بی۔ اے، محمد بخش مسلم بی۔ اے، اور شبلی بی۔ کام وغیرہ۔ ویسے یہ حقیقت بھی

---

[1] پہلے جامعہ نعمانیہ کے مدرس اور راسخ العقیدہ سنی تھے بعد میں دیوبندیت سے متاثر ہوگئے تھے۔ ۱۲ اشرف قادری

ہے کہ بی اے حضرات کی علمی قابلیت اس قدر ہوتی تھی کہ آج کل کے پی۔ ایچ۔ ڈی حضرات بھی اُن کے سامنے طفلِ مکتب نظر آتے ہیں۔

مولانا مسلم کے زمانہ شباب میں لاہور کی اسلامی درس گاہوں میں: انجمن نعمانیہ، لاہور، درس میاں وڈا صاحب، مدرسہ حمیدیہ اور حزب الاحناف نمایاں حیثیت کی حامل تھیں۔ اُس دور کے سنی علمائے کرام سے نیازمندانہ تعلقات تھے۔ اُن میں، مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا اصغرعلی روحی، مولانا محمد ذاکر بگوی، سید دیدار علی شاہ الوری، حافظ خادم حسین رحمہم اللہ تعالیٰ اور مولانا غلام مرشد شامل تھے۔ جو لاہور کی دینی اور مذہبی فضا پر چھائے ہوئے تھے۔

۱۹۷۹ء میں نامور محقق ونقاد ماہر اقبالیات سید نور محمد قادری ابن حافظ سید محمد عبداللہ شاہ قادری رحمہ اللہ تعالیٰ چک ۱۵ شمالی ضلع گجرات حال منڈی بہاء الدین، کو انٹرویو دیتے ہوئے مولانا محمد بخش مسلم نے مولانا غلام قادر بھیروی کا یوں ذکر کیا:

> ”مولانا غلام قادر بھیروی جیسا صاحب علم وفضل متدین مخلص اور باعمل عالم ان کے بعد میری نظر سے نہیں گزرا۔“

مولانا محمد بخش مسلم کو کتب بینی کا بہت شوق تھا۔ یہ شوق آخر دم تک اُن کے ساتھ رہا، انہیں انگریز مورخین، مؤلفین، ومصنفین کے ہزاروں حوالے از بر تھے جو اپنی تقاریر میں بڑی سلاست وروانی کے ساتھ پیش کرتے تھے اور سامعین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتے تھے۔ جدید انگلش لٹریچر کو بڑی دلچسپی سے پڑھتے تھے۔ لاہور میں کتب نادرہ کے تاجر جناب مولوی شمس الدین صاحب کی دوکان اہل علم وادب کا مرکز تھی۔ مولانا مسلم بھی اُن کے ہاں جایا کرتے تھے۔

پروفیسر محمد ایوب قادری مرحوم اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

> ”مولوی شمس الدین مرحوم کی دوکان اہل علم کا مرکز تھی اور وہ ایک ادارے کی حیثیت رکھتی تھی مولوی صاحب کا حلقہ بھی وسیع تھا اس میں ہر مکتب فکر وخیال کے لوگ تھے یہ دوکان ایک قسم کا ادارہ تھی جہاں نہ صرف اہل علم کی آمدورفت رہتی بلکہ

مستقل نشست جمتی تھی، علم وادب پر گفتگو ہوتی تصنیف وتالیف کا جائزہ لیا جاتا وہاں قدیم تعلیم یافتہ مدرس بھی پہنچتے تھے اور کالج، یونیورسٹی کے فارغ التحصیل پروفیسر اور ڈاکٹر بھی۔ یہی وہ مرکز تھا جہاں قدیم وجدید تعلیم یافتہ پہلو بہ پہلو بیٹھتے تھے اور علم وادب کے گوہر لٹاتے تھے اگر وہاں مفتی سیاح الدین کاکاخیل (فیصل آباد) مولانا احمد حسین بخاری (پنڈی) مولوی شرافت نوشاہی، ٹھٹھہ عالیہ، شاہ بشیر گیلانی، مولانا محمد عبدہٗ، مولوی محمد بخش مسلم بی۔اے، حکیم محمد موسیٰ امرتسری، مولوی امام خان نوشہروی، مولوی عطا اللہ حنیف بھوجیانی ملیں گے۔ تو اُنکے ساتھ پروفیسر مخدوم غلام محی الدین، پروفیسر علم الدین سالک، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر فقیر محمد فقیر (بابائے پنجابی) ملک عبداللطیف، علامہ اقبال احمد فاروقی، احسان دانش بھی ملیں گے بہت سے بزرگ جن سے کراچی میں بسا اوقات ملنا دشوار ہوتا تھا اُن سے لاہور میں مولوی شمس الدین مرحوم کی دوکان پر ملاقات ہونی ممکن تھی۔ ان میں ممتاز حسن، پیر حسام الدین راشدی، ڈاکٹر معین الحق، لیفٹیننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ خواجہ رضوانی، محمد عالم مختار حق، چودھری بشیر احمد خاں وغیرہ تو اس ادارے کے مستقل حاضر باش ممبر ہیں[1]

”عقائد مُسلم“

مولانا محمد بخش مسلم بی۔اے عقائد کے لحاظ سے کٹر حنفی تھے، اور اُن کی تحریروں میں جہاں کہیں بھی مولانا احمد رضا خان بریلوی (م ۱۹۲۱ء) کا ذکر آیا ہے انہیں مجدد مائتہ حاضرہ کے نام سے یاد کیا ہے۔

۲؍ فروری ۱۹۷۹ء کو مولانا مسلم نے اپنے عقائد (مسلک) کے بارے محکمہ اوقاف لاہور کو ایک بیان حلفی لکھ کر دیا۔ یہ بیان جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور کے لیٹر پیڈ پر تحریر کیا گیا۔ جو مولانا محمد بخش مسلم کے اپنے ہاتھ کی تحریر ہے۔ حاضرین مجلس میں مولانا

---

[1] محمد ایوب قادری، پروفیسر: ماہنامہ قومی زبان، کراچی اپریل ۱۹۶۸ء ص ۸۰

الٰہی بخش، جناب محمد سلیم بن زریں رقم موجود تھے۔ اُن کے دستخط بھی بطور گواہ موجود ہیں۔

''عبارت بیان حلفی''

میں حلفاً عرض کرتا ہوں کہ میں اور میرے آباء واجداد بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے، میں بریلوی ہوں، سُنی ہوں، مولانا الٰہی بخش صاحب قبلہ میرے ہم مسلک ہیں۔ میں چاہتا ہوں، میری آرزو ہے، دعا ہے کہ میرا خاتمہ بہ حیثیت محمدی سُنی بریلوی کے ہو۔''

میں، مسلم مسجد کا خطیب ہوں، مسلم مسجد بریلوی مسلک کے ارادت کیشوں کی ہے۔[1]

۱۹۹۵ء کے آخر میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ایم۔ اے پی ایچ ڈی، کراچی سے دورہ پنجاب پر آئے تو حسن ابدال میں پروفیسر محمد سرور شفقت کیڈٹ کالج حسن ابدال کے پاس ٹھہرے۔ پروفیسر صاحب کی آمد کی اطلاع پہلے ہی پروفیسر محمد سرور شفقت صاحب نے مجھے دی ہوئی تھی۔ اُن دنوں میرے والد گرامی سید نور محمد قادری بھی میرے پاس واہ کینٹ میں موجود تھے — پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کو ملنے حسن ابدال گیا معہ والد مکرم علیہ الرحمہ۔

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب فرمانے لگے کل میں نے جامع رضویہ انوار العلوم ۱۲۴ ایچ واہ کینٹ میں آنا ہے آپ جامعہ میں آئیں میں آپ کے ہمراہ آپ کے گھر جاؤں گا۔ وہ اس لئے کہ آپ کی اہلیہ محترمہ اور بیٹے کی فاتحہ خوانی بھی کرنی ہے۔ ۸ر جون ۱۹۹۵ء کو میری اہلیہ سیدہ رخسانہ اختر (بہو سید نور محمد قادری) اور بیٹا سید محمد محمود عبداللہ، گجرات بم دھماکہ میں شہید ہو گئے تھے۔ اسی لئے میرے والد سید نور محمد قادری اور والدہ ماجدہ مستقل واہ کینٹ میں رہنے لگے تھے، پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کو جامعہ سے ساتھ لایا۔ والد مکرم سے ملاقات ہوئی فاتحہ خوانی کی۔ دیر تک پروفیسر صاحب اور سید نور محمد قادری علمی گفتگو کرتے رہے۔ دورانِ گفتگو میں نے پروفیسر صاحب سے کہا کہ میں مولانا مسلم پر ایک مفصل مقالہ تحریر کر رہا ہوں جتنا لکھ چکا تھا وہ دکھایا، ان سے بھی معلومات کی فراہمی کی درخواست کی۔ پروفیسر صاحب فرمانے لگے کہ ابوالفضل مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری (فیصل آباد) رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا محمد بخش مسلم کے

---

[1] رانا محمد ارشد رضوی: مولانا محمد بخش مسلم کے سوسال ایک طائرانہ نظر۔ اسلام اکیڈمی لاہور ۱۹۸۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سایہ مصطفیٰ، مایہ اصطفاء
عز و ناز خلافت پہ لاکھوں سلام

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

اصدق الصادقین، سید المتقین
چشم وگوش وزارت پہ لاکھوں سلام

بارے میں (مسلکی اعتبار سے) اچھے تاثرات نہیں رکھتے تھے۔ میں نے پروفیسر صاحب کو بتایا کہ مولانا مسلم نے اپنے عقائد (مسلک) کے بارے میں ایک تحریر بھی لکھی ہے۔ پروفیسر صاحب نے کہا: مجھے اس تحریر کا عکس ارسال فرمایئے گا۔ میں کئی سالوں سے اس الجھن میں مبتلا ہوں۔ میں نے پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کے نام خط معہ عکس بیان حلفی، مولانا محمد بخش مسلم روانہ کیا۔ پروفیسر صاحب کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

برادرم سید محمد عبداللہ قادری زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نوازش نامہ باعث فرحت ہوا۔ یادآوری کا ممنون ہوں۔ مولانا محمد بخش مسلم کے بارے میں ابوالفضل مولانا محمد سردار احمد علیہ الرحمہ کے تاثرات اس بیان کی تغلیط وتکذیب کرتے ہیں۔ جو آپ نے منسلک فرمایا ہے۔[1]

یہ دونوں حضرات اللہ تعالیٰ کے حضور جاچکے، جو سچ ہوگا وہ ظاہر ہوگیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین۔

انشاءاللہ آئندہ ایڈیشن میں نشاندہی کردی جائے گی فقیر نے اس کی نشاندہی نہ کی کہ ان حصوں کی حیثیت فائل سے زیادہ نہیں۔

والد ماجد مدظلہٗ (سید نور محمد قادری) کی خدمت میں سلام عرض کریں۔ مسلک اہل سنت پر اُن کی استقامت قابل رشک ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو سلامت رکھے۔ آمین۔

سب اہل خانہ کو سلام ودعا

فقط احقر محمد مسعود احمد عفی عنہٗ[2]

---

[1] مسلم صاحب بنیادی طور پر سنّی تھے، حضرت زبدۃ الاولیاء میاں شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے عقیدت مند تھے اس کے ساتھ ہی صلح کلیت پر عمل پیرا تھے، ہر قسم کی محفلوں اور مجلسوں میں چلے جاتے تھے، جب کہ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ راسخ العقیدہ متصلب سنّی تھے وہ نہ صرف یہ کہ بدمذھبوں سے میل جول نہیں رکھتے تھے بلکہ میل جول رکھنے والوں سے بھی میل جول نہیں رکھتے تھے، اسی لئے مسلم صاحب سے بھی ملاقات نہیں کرتے تھے لیکن آج یہ وبا اتنی عام ہوچکی ہے کہ اس میں کچھ قباحت محسوس نہیں کی جاتی، غیروں کے ساتھ میل جول، معانقہ ومصافحہ، ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا پینا سب چلتا ہے، جب کہ اپنوں کے ساتھ صحیح طرح مصافحہ کے بھی روادار نہیں، فالی اللہ المشتکی۔ ۱۲ اشرف قادری

[2] مکتوب پروفیسر محمد مسعود احمد بنام سید محمد عبداللہ قادری (راقم السطور) محررہ ۱۹/۱ اکتوبر ۱۹۹۵ء

"مُسلم مسجد" لاہور

۱۹۷۹ء کے اوائل میں پاکستان کے نامور محقق ونقاد و ماہر اقبالیات سید نور محمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ (م نومبر ۱۹۹۶ء) چک ۱۵ شمالی ضلع گجرات نے مولانا محمد بخش مسلم بی۔ اے علیہ الرحمہ سے اُن کی رہائش گاہ پر مفصل انٹرویو کیا۔ مولانا محمد بخش مسلم نے مسجد مسلم کے بارے میں جو کچھ بتایا، ملاحظہ فرمائیں:

"مولانا محمد بخش مسلم اور مسلم مسجد ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، جب آپ سے پوچھا گیا کہ اس مسجد کے ساتھ آپ کے تعلقات کیسے اور کب قائم ہوئے؟ اور مسجد کی موجودہ شاندار ہیئت کیسے عالم وجود میں آئی؟ تو آپ (مسلم صاحب) نے آدِ سر دھری اور اس دلچسپ اور دل افروز داستان کو ذرا تفصیل سے بیان فرمایا جو کچھ یوں ہے:

"۱۹۲۴ء، ۱۹۲۵ء میں جب شدھی اور سنگھٹن کی تحریک زوروں پر تھی تو دیو سماج اور ہندو مہا سبھا کے مبلغوں نے کوچہ ڈوگراں کے چند نو مسلموں کو شدھی کر لیا اور انہوں نے از سر نو ہندو مت قبول کر لیا، ظاہر ہے کہ اس سے اہل محلّہ بہت متاثر اور رنجیدہ ہوئے اور خاص طور پر ایک نوجوان محمد اکبر خان ولد محمد بخش تو اس سانحہ سے بہت ہی متاثر ہوا وہ لاہور کے کئی علماء دین کے پاس گیا کہ وہ اس سلسلہ میں اہل محلّہ کی امداد فرمائیں تاکہ مزید کوئی اور شخص اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائے، لیکن کسی نے بھی اس کی نہ سنی آخر اسے کہیں سے پتہ لگا کہ چھتہ بازار میں ایک نوجوان عالم رہتا ہے جو اچھا مقرر بھی ہے اور اسلام سے سچی محبت بھی رکھتا ہے، چنانچہ ایک دن وہ میرے گھر پہنچا اور بڑے ہی دردمندانہ انداز میں مجھ سے اپیل کی کہ میں اس سلسلہ میں ان لوگوں کی مدد کروں۔ میں اس کے اسلامی جذبہ سے بہت متاثر ہوا اور اس کے ساتھ وعدہ کیا کہ اسلام کی سربلندی کے لئے جو کچھ بھی کر سکتا ہوں کروں گا۔

ان دنوں مسلم مسجد کے قریب ہی بیرون موچی گیٹ۔ اسلام، ہندوازم اور عیسائیت کے مبلغ اپنے اپنے مذہب کی حمایت میں کھلے بندوں تقریریں کیا کرتے تھے اور ہر مذہب کے لوگ کثیر تعداد میں ان مبلغوں کی تقریروں کو سنتے اور اثر پذیر ہوتے۔ کوچہ ڈوگراں والے

نومسلم بھی موچی دروازہ کی تقریروں سے متاثر ہوکر مرتد ہوئے تھے۔ چنانچہ میں نے ہر روز موچی دروازہ کے باہر مذہب اسلام کی حقانیت اور ہندومت وعیسائیت کے کذب اور مکروفریب کی دھجیاں بکھیرنی شروع کر دیں، میری تقریر میں ایک خاص بات یہ ہوتی کہ میں مذہبی کتب کے علاوہ یورپ کے مدبرین، علماء اور مفکرین کے اقوال بھی اپنی شہادت میں پیش کرتا، جس کی وجہ سے جدید پڑھا لکھا طبقہ میری تقریر سے زیادہ متاثر ہوتا۔

میری تقریروں کا یہ اثر ہوا کہ کوچہ ڈوگراں والے اسلام سے برگشتہ افراد نہ صرف ازسرنو مسلمان ہو گئے، بلکہ مچھی ہٹہ کے چند ہندو بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ مولانا مسلم کے مشنری جذبہ اور دل پذیر تقریروں سے متاثر ہونے والوں میں خدا بخش پہلوان مرحوم بانی ومالک نعمت کدہ ہوٹل بیرون لوہاری، ظہیر الدین صاحب مالک استقلال پریس اور شیخ محمد دین مالک پتھراں والی دکان بھی شامل تھے۔ انہوں نے مولانا سے کہا کہ وہ ہر جمعہ کو جمعہ کی نماز سے پہلے مسجد میں تقریر کیا کریں۔ جسے مولانا نے منظور کر لیا اور ہر جمعہ کو ان کی تقریر نماز جمعہ سے پہلے مسجد میں ہونے لگی جسے سننے کے لئے دور دور سے لوگ آتے چونکہ حاضرین کی تعداد ہر جمعہ کو بہت ہو جاتی جس کی متحمل مسجد کی مختصر سی عمارت اور صحن نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے ۱۹۲۵ء میں مسجد کی توسیع کے لئے ایک مجلس ''انجمن خادم المسلمین'' بنائی گئی جس کے صدر خدا بخش پہلوان اور سیکرٹری شیخ محمد دین چنے گئے ممبروں میں ظہیر دین صاحب مالک استقلال پریس، مولانا مسلم اور دیگر کئی اصحاب تھے۔

مسجد کی توسیع شروع ہوگئی یہاں تک کہ تحریک پاکستان کا زمانہ شروع ہو گیا۔ حقانیت اسلام کے ساتھ ساتھ تحریک پاکستان بھی اب مولانا کا خاص موضوع بن گیا یہاں آئے دن تحریک پاکستان کے بڑے بڑے جلسے ہونے لگے ان جلسوں میں پشاور سے لے کر کلکتہ تک مسلم زعماء شریک ہوتے۔

آپ (مولانا مسلم) نے فرمایا کہ جس وقت میں نے بیرون موچی دروازہ اسلام کی حقانیت پر لیکچرز دینا شروع کئے اس وقت مسجد کے خطیب مولانا فیروز الدین ساکن لوہاری

گیت تھے۔ جب وہ اللہ کو پیارے ہو گئے تو میں مستقلاً مسجد کا خطیب چنا گیا اور ابھی تک یہ سعادت مجھے حاصل ہے اگرچہ ۱۹۷۵ء سے محکمہ اوقاف مسجد پر قبضہ کر چکا ہے۔[1]

رسالہ نقوش لاہور کے لاہور نمبر میں ''مسلم مسجد'' کی روئیداد اس طرح لکھی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں:

''یہ عالی شان اور وسیع مسجد لوہاری دروازے کے باہر باغ میں واقع ہے۔ قیام پاکستان تک اس کی کل کائنات ڈیڑھ مرلہ زمین تھی جس میں چند بزرگوں کے مزار بھی تھے اور ایک کنواں بھی۔ ۱۹۲۵ء میں یہاں ''انجمن خادم المسلمین'' قائم ہوئی جس کی تبلیغی مساعی اور مولانا محمد بخش مسلم کی تقریروں کے فیض سے ہر جمعہ کو ہزارہا مسلمان جمع ہونے لگے اسی وجہ سے یہ مسجد ''مسلم مسجد'' کے نام سے مشہور ہو گئی۔ ۱۹۳۷ء تا ۱۹۴۷ء یہ مسجد حصول پاکستان کی تحریک کا ایک زبردست مرکز تھی۔ مسجد کے منبر سے ہر جمعہ کو پاکستان کی تائید میں تقریریں کی جاتیں یہاں تک کہ ملک آزاد ہو گیا۔ غیر مسلم، اجنبی تسلط ہمیشہ کے لئے ختم ہونے کے بعد طبیعتوں میں اسلامی جوش اور ولولہ اتنا بڑھا کہ یہ چھوٹی سی مسجد نمازیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر ناکافی نظر آنے لگی، چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ مسجد کی توسیع کے ساتھ ساتھ بزرگوں کے مزاروں کے اوپر ایک شاندار گنبد اور مینار تعمیر کیا جائے۔

حضرت عبدالصمد بانی سلسلہ صمدیہ نے ۹ رجون ۱۹۵۰ء بروز جمعہ اس مسجد کی پہلی اینٹ رکھی اور پونے دو لاکھ روپیہ کے صرف سے دس سال میں یہ حسین و جمیل مسجد اور اس کا بلند و عالی شان مینار بن کر تیار ہوا۔ اب یہ مسجد لاہور کی قابل دید عمارتوں میں شمار ہوتی ہے اس مسجد کا فن تعمیر آپ اپنی نظیر ہے اس میں نمازیوں کی سہولت اور آرام کے لئے جو انتظامات کیے گئے ہیں وہ شاید اس سے بڑی مساجد میں بھی نہیں ہوں گے، یہاں دلوں کا علاج بھی کیا جاتا ہے، دماغ بھی منور ہوتے ہیں، اور جسمانی شفا بھی ملتی ہے۔ جنوری ۱۹۵۵ء میں یہاں مدرسہ کریمیہ کے شعبہ تجوید کا قیام عمل میں آیا۔ جہاں قراءت و تجوید کے علاوہ حفظ قرآن کا انتظام

---

[1] ماہنامہ فیضان، فیصل آباد۔ مضمون سید نور محمد قادری جون ۱۹۷۹ء

بھی ہے۔ پھر جامعہ مدنیہ کے تعاون سے ایک اور دارالعلوم قائم کیا گیا جہاں تفسیر، حدیث، فقہ اور علوم اسلامیہ کے علاوہ درجہ پرائمری کے مطابق مروجہ نصاب کی تعلیم دی جاتی اور بچیوں کو دستکاری سکھائی جاتی ہے۔ اس مسجد کی کرسی زمین سے ایک منزل بلند ہے۔ مسجد، صحن اور حوض وغیرہ سب سے اوپر ہیں، نیچے دوکانوں کے علاوہ ایک پریس اور فری ہسپتال ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل شعبے خوب کام کر رہے ہیں۔ فری ڈسپنسری۔ فری ڈینٹل ہسپتال۔ بہبود زچہ و بچہ کی اور منصوبے زیر تعمیر ہیں۔ سالانہ آمد و خرچ کا آڈٹ شدہ حساب باقاعدہ شائع کیا جاتا ہے۔[1]

Mr.M.A.Niazi says:

A few furlongs away Muhammad Bukhsh Muslim had taken over as part time Khateeb of a tiny mosque four year before. He was distured. Alhaj Mehr Khuda Bakhsh the owner of Nemat Kadah and Mian Zaheer-ud-Din, a young man from Jehlum, who had come to Lahore to look after a family printing business. They put their heads together and formed the Anjuman Khadim-ul-Muslimeen. Mehr Khuda Bukhsh was the president, Mian Zaheer the General Secretary and Maulana Muslim the Mubaligh-i-Aala.

The arrangement a counter attack. At the mosque, they started a series of lectures aimed at converting Hindus. As time passed the crowds melted away from the Hindu rallies and those listening to Maulanas golden voice and appealing arguments increased. The Hindus finally called it a day.

Meanwhile great events were taking place in India. Liaqat Ali Khan succeeded in persuading Muhammad Ali Jinnah to return to India Act:1935,was passed.

---

[1] رسالہ نقوش، لاہور۔ لاہور نمبر فروری ۱۹۶۲ء، ص ۵۸۸، ۵۸۹

Flushed with the success of their movement, the trio realised that it was actually the first shot in a long warahead.

First they extended the mosque from 2.5marlas to 13.5 marlas, the extra 11 marlas being obtained on lease from the Government, sanctioned by a remarkably tolerant Hindu Deputy Commissioner.

Second they decided to Plunge into politics and threw in their lot with the Muslim League and the Quaid-i-Azam. They often went to see him in Bombay to receive instructions, and when ever he was in Lahore. He would come to see him at Lohari.

The Quaid realised the capabilities of the Maulanas quick mind and marvellous voice until Pakistan was finally achieved, he personally sent him all over the country to make speches,hold manazaras with Hindu pandits and pro-united India ulema.

The high point of the Maulanas work in the Pakistan movement was his whirl wind tour of the N.W.F.P, just before the referendum which resulted in an over whelming decision for Pakistan. worried about the result the Quaid appointed Maulana Muslim the Muballigh-i-Aala of the Muslim League itself, and told him to spread the message of Pakistan and Islam and their indirsoluble link.

The Maulana left public life after that though he did serve on the Majlis-i-Shura. He had been nominated by the President without being consulted.

The mosque itself was taken over in 1975 by the Auqaf Department and Maulana Muslim finally began being paid for his work. The Auqaf Department has asked which sect the mosque belonged to there was a separate column that had to be filled in the transfer document.

The old trio of the Maulana, the Mehr and the Mian told the Auqaf people to keep it blank. They had built the Mosque for all the Muslims, and the name of the mosque was the symbol of this aedication. The Auqaf people discovered that the Maulana could be described as a Brelvi of sorts and filled in the blank column them selves. The Maulana resented to be every end.(1)

"شعلہ بیان خطیب"

مارچ ۶ ۱۹۷۶ء / ربیع الاول ۱۳۹۶ھ کو میں نے زندگی میں پہلی بار مولانا محمد بخش مسلم کی تقریر سنی جبکہ واہ کینٹ کی سیرت کمیٹی نے انہیں جلسہ عید میلاد النبی ﷺ کے سلسلہ میں مدعو کیا تھا۔ پہلے مقررین اپنی اپنی تقریریں کر چکے تو آخر میں مولانا مسلم کی باری آئی مجمع اکھڑ چکا تھا۔ کچھ لوگ اٹھ گئے کچھ بیٹھے ہوئے تھے۔ مولانا مسلم نے مختصر سا خطبہ پڑھا۔ ۲۰، ۲۵ منٹ تک "عید میلاد النبی ﷺ" کے سلسلہ میں انگلش محققین کے اقتباسات دینے شروع کئے وہ بھی اس روانی سے جیسے کوئی اردو پڑھتا ہے، لوگ حیران و ششدر رہ گئے اور آخر وقت تک پنڈال میں دل جمعی سے بیٹھے رہے اور تقریر سے لطف اندوز ہوتے رہے۔" (۲)

۴/ جنوری ۱۹۸۳ء / ۱۸/ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ کو ہمارے محکمہ سی ایم اے لاہور (میں ان دنوں لاہور ہی دفتری فرائض سرانجام دے رہا تھا) والوں نے عید میلاد النبی ﷺ کے

---

(1) Maulana Muhammad Baksh Muslim and the Muslim Masjid. written by: M.A.Niazi "Nation, daily Lahore. 25th Feb,1987.

(۲) روزنامہ امروز لاہور ۱۹/ اپریل ۱۹۸۷ء مضمون سید محمد عبداللہ قادری ص ۶

سلسلہ میں ایک جلسہ منعقد کروایا جس میں حسب ذیل مقررین تھے۔ مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا محمد بخش مسلم بی اے، مولانا مسلم صاحب نے دو گھنٹے بڑی پر مغز تقریر کی، وہ شعلہ بیان خطیب تو تھے ہی۔ اسکے علاوہ وہ وسیع مطالعہ کے مالک تھے۔ آخری عمر تک انہوں نے مطالعہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ دوران تقریر جب کہیں حضرت قائداعظم علیہ الرحمہ کا ذکر آتا تو وہ اُن کی اُردو، انگلش تقریروں کے پورے اقتباسات سنا دیتے اور سننے والا اُن کے حافظہ کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔" (۱)

- جناب مولانا کوثر نیازی (محمد حیات خاں) مرحوم نے اپنے ایک مضمون "مشاہدات وتاثرات" میں مولانا مسلم کا اس طرح ذکر کیا ہے۔ (اس مضمون میں ایک عنوان ہے "برصغیر کے نامور خطیب اور واعظ")

"برصغیر پاک و ہند کے خطیبوں کا جائزہ لیا جائے تو جو چیز نہایت واضح طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ان نامور خطبا اور مقررین میں اکثر و بیشتر شخصیات مسلمان تھیں۔ جیسے نواب بہادر یار جنگ، مولانا ظفر علی خان، مولانا محمد علی جوہر، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، ابوالکلام آزاد اور مولانا شبیر احمد عثمانی۔ ان عوامی مقررین کے علاوہ بعض ایسے وکلاء بھی گزرے ہیں جو قانونی امور پر بحث و تمحیص میں یکتائے روزگار تھے۔ جیسے قائداعظم محمد علی جناح، سر فیروز شاہ مہندر، اور جناب بدرالدین طیب۔ بہت تھوڑے ہندو مقررین ایسے ہیں جو عوامی مقرر اور خطیب کی حیثیت سے نام پیدا کر سکے ہیں۔ جیسے مسز سروجنی نائیڈو اور مسٹر سبھاس چند بوس پارلیمانی دنیا میں البتہ دیوان چمن لال اور پنڈت موتی لال نہرو منجھے ہوئے مقرر تھے۔

تحریک پاکستان کے مقررین میں مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا جمال میاں فرنگی محلی علامہ علاء الدین صدیقی اور مولانا محمد بخش مسلم کے نام بھی نظر انداز نہیں کئے جا سکتے۔ قائداعظم کے پیغام کو عام کرنے کے لئے ان حضرات نے ملک کے طول وعرض میں تقریریں

---

(۱) روزنامہ امروز لاہور، ۱۹ر اپریل ۱۹۸۷ء مضمون سید محمد عبداللہ قادری ص ۶

کی ہیں۔ اور قیام پاکستان کے بعد بھی وہ ہمیشہ اتحاد اسلامی کے لئے کوشاں رہے۔ ''(۱)

- جناب میاں اخلاق احمد صاحب ایم اے مرحوم مولانا مسلم کے متعلق فرماتے ہیں:

''مولانا مسلم علیہ الرحمہ بڑے روشن دماغ، روشن ضمیر اور عالم دین تھے۔ اسلامی تاریخ وادب کے علاوہ حدیث وتفسیر پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ فارسی اور عربی کے علاوہ انگریزی زبان وادب سے اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے۔ انگریز مؤرخین، مؤلفین و مصنفین کے ہزاروں حوالے ازبر تھے۔ جو دوران تقریر سلاست اور روانی کے ساتھ بیان کرتے تھے۔ سامعین آپ کی یادداشت اور روانی پر حیران ہوتے۔

آپ (مسلم) کی ذات گرامی علماء وفضلاء کے حلقہ میں بہت زیادہ متعارف تھی۔ آپ صاحب تصنیف بھی تھے، جس کے سبب علمی وادبی دنیا میں شہرت وعظمت کے حامل ہو گئے۔ تقریر کے میدان میں کامیاب شہسوار تھے آپ کی تقریروں میں علم و روحانیت، فکر وبصیرت اور تحقیق وکاوش کے جوہر کے ساتھ ساتھ ادب کی چاشنی اور اسلوب کی دلآویزی چمکتی دمکتی نظر آتی تھی۔ ''(۲)

- ''فکر ونظر اسلام آباد'' کے اداریہ میں مولانا مسلم کا یوں ذکر کیا گیا ہے:

''مولانا محمد بخش مسلم مرحوم جدید وقدیم علوم کا ایک حسین امتزاج تھے۔ وہ اپنی تقاریر میں مستشرقین کے انگریزی اقتباسات کو اپنے منفرد انداز میں پیش کر کے ایک سماں باندھ دیتے تھے۔ لاہور میں لوہاری کے علاقے میں واقع مسلم مسجد میں ۵۷ برس تک اُن کی صدائے دلنواز گونجتی رہی، مرحوم خطابت کے ساتھ قلم وقرطاس کے میدان میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ''(۳)

- جناب میرزا ادیب صاحب اپنے ایک مضمون ''باتیں اُن کی یاد رہیں گی، آہ مولانا محمد بخش مسلم''، میں تحریر فرماتے ہیں:

84494

---

(۱) مشاہدات وتاثرات از مولانا کوثر نیازی، روزنامہ جنگ لاہور ۶ / مارچ ۱۹۸۳ء

(۲) آہ مولانا محمد بخش مسلم بی اے۔ مضمون میاں اخلاق احمد (قلمی) مملوکہ سید محمد عبداللہ قادری

(۳) اداریہ فکر ونظر، اسلام آباد (ادارہ تحقیقات اسلامی) جنوری مارچ ۱۹۸۷ء، ص ۱۴۲

”اب میں ایسے دو واقعات کا ذکر کرتا ہوں جب میں نے مولانا مسلم کو ذہانت کی انتہائی بلندیوں پر پایا تھا، جس زمانے میں صوبہ پنجاب (متحدہ پنجاب) میں اسلامیان پنجاب نے اپنے جائز حقوق کے لئے ”چھپن فی صدی“ کی تحریک چلائی تھی اور اس تحریک نے بڑی قوت حاصل کر لی تھی۔ پنجاب کے گوشے گوشے میں ”چھپن فی صدی“ حقوق کا غلغلہ بلند ہو گیا تھا اور جگہ جگہ جلسے ہو رہے تھے۔ اسلامیہ کالج لاہور کے حبیبیہ ہال میں بھی اس ضمن میں ایک جلسہ ہوا تھا۔ میں (میرزا ادیب) اسلامیہ کالج کا طالب علم تھا۔ موچی دروازے اور دلی دروازے کے جلسوں میں لازماً شریک ہوتا رہتا تھا اور یہ تو میرے اپنے کالج کا جلسہ تھا اس میں شامل کیوں نہ ہوتا۔“

اس جلسے کے پروفیسر محمد دین تاثیر (بعد میں ڈاکٹر ایم۔ ڈی تاثیر) روح رواں تھے۔ سٹیج پر وہ حضرات کرسیوں میں تشریف فرما تھے جنہیں تقریریں کرنی تھی۔ کچھ تقریریں ہو چکیں تو مجھے یاد ہے کہ تاثیر صاحب جو سٹیج سیکرٹری کے فرائض ادا کر رہے تھے۔ حاضرین سے مخاطب ہو کر بولے مولوی ظفر علی خان ہندوستان کے حقوق کی بات کریں تو ان کی تعریف کی جاتی ہے۔ جب یہی ظفر علی خاں پنجاب کے مسلمانوں کے جائز حقوق چھپن فی صدی، چھپن فی صدی، کے لئے آواز بلند کریں تو ان کی شدید مخالفت شروع ہو جاتی ہے مگر ہندو بھائیوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ چھپن فی صدی کا آوازہ اب دبے گا نہیں مسلمانوں کا ہر قابل ذکر لیڈر عالم مولوی مفتی۔ یکا یک میں نے دیکھا کہ مسلم صاحب کھڑے ہو گئے ہیں اور تاثیر صاحب کی طرف آ رہے ہیں تاثیر صاحب ایک قدم پیچھے ہٹ گئے، مسلم صاحب اپنی گرجتی آواز میں بولے:

اب کوئی مفتی بھی دے فتوائے چھپن فی صدی
تا کہ ہم کھائیں بہم حلوائے چھپن فی صدی

ساری محفل کشت زعفران بن گئی۔

دوسرا موقع وہ ہے، جب عید میلاد النبی ﷺ پر موچی دروازے کے باغ میں حاضرین جلسہ، مرحوم آغا حشر کاشمیری کا بڑی بے تابی سے انتظار کر رہے تھے۔ اشتہاروں میں

یہ خوش خبری سنائی گئی تھی کہ جلسے میں آغا حشر تقریر کریں گے۔ آغا حشر ایک بڑی لمبی مدت کے بعد لاہور آئے تھے اور اہل لاہور انہیں دیکھنے اور اُن کی تقریر سننے کے لئے سخت بے تاب تھے۔ کافی وقت گزر چکا تھا اور آغا صاحب جلسہ گاہ میں تشریف نہیں لائے تھے، لوگوں کی بے تابی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی وہ شور برپا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ اس وقت یہی مسلم صاحب سٹیج سیکرٹری تھے۔

"جب انہوں نے دیکھا کہ لوگوں کی بے تابی اور بے چینی حد سے بڑھ گئی ہے اور آغا صاحب کا دور دور تک کوئی نشان نہیں ملتا تو وہ اپنی کرسی سے اُٹھ کر سٹیج کے درمیانے حصے پر آ گئے اور کڑک کر بولے۔ آپ لوگ آغا حشر ڈرامانویس کے انتظار میں بے چین ہو گئے ہیں ذرا اس ڈرامے کا بھی خیال کیجئے جو صدیوں پہلے اور پھر فصاحت و بلاغت کا ایک دریا تھا کہ مولانا محمد بخش مسلم کی زبان سے بہنا شروع ہو گیا تھا۔ ایک تو وہ شور تھا کہ لگتا تھا کہ موچی دروازے کے باغ میں قیامت صغریٰ برپا ہو گئی ہے اور اب یہ عالم تھا کہ جہاں تہاں صرف ایک ہی طوفانی آواز گونج رہی تھی اور یہ آواز مولانا محمد بخش مسلم کی تھی اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ مولانا محمد بخش مسلم کیا تھے تو میں ادنیٰ تامل کے بغیر کہوں گا کہ یہ کمزور نحیف و نزار جسم سراپا استقامت تھا۔ محمد بخش مسلم ایک لگن کا نام تھا، محمد بخش مسلم عقیدے کی ناقابل شکست پختگی کا نام تھا۔" (۱)

یوم حضرت علی میں مولانا محمد بخش مسلم علیہ الرحمہ کی شرکت

انجمن غلامانِ اہل بیت لاہور کے زیر انتظام "یوم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ" منایا جاتا تھا۔ اس یوم میں شریک ہونے والوں میں مولانا محمد بخش مسلم بی اے بھی تھے۔ محمد حسین تسبیحی رہا، اپنی تالیف "فارسی پاکستانی و مطالب پاکستان شناسی" جلد یکم میں تحریر فرماتے ہیں:

"انجمن غلامان اہل بیت لاہور، بدین ترتیب آقای دکتر جعفری و خانم بنام ھریک جداگانہ در محل ویژہ کرسی نشستند جمعی از بزرگان مردان اطراف آن و گروی از نسوان جوانب

---

(۱) نوائے وقت میگزین، ۶ / مارچ ۱۹۸۷ء مضمون میرزا ادیب۔

این را گرفتند و برنامه سخن رانی ها آغاز گردید، در این جا من لازم میدانم نام افرادی را که در یوم علی رضی اللہ عنہ''، سخن گفتند و یا کارهای برجسته انجام دادند، تا آنجا که توانستم یادداشت کنم بنویسم۔ آقای نواب مظفر علی خان قزلباش، سید اظہر علی بخاری، سید شاہد حسین، سید اختر حسین، سید مشتاق احمد زیدی، مولانا عبدالرحمن جامی، سید اظہر حسین زیدی، جعفر علی، علی عابد، دکتر مسعود رضا خاکی، غلام محمد اصفہانی، استاد سید وزیر الحسن عابدی، شیخ عبدالعزیز، سید مزمل شاہ، علامہ علاء الدین صدیقی، علامہ عقیل ترابی، علامہ مفتی جعفر حسین، سید علی اصغر شاہ، سید امجد حسین شیرازی، جوش ملیح آبادی، میرزا مصطفٰے علی ھمدانی، رئیس امروھوی، سید وحید الحسن ہاشمی، ساغر صدیقی، ناصر کاظمی، سید جعفری، مظہر الحق فاضل دیوبند، سید اعجاز الحسن اسد بخاری، مولانا محمد بخش مسلم، سردار عبدالقیوم خان، سید بشیر حسین بخاری، محمد علی رضوان، سید مظفر علی شمسی، مولانا خالد علوی، مفتی محمد ادریس، سید ظہور حیدر، غلام علی خان، سید غلام علی شاہ، میاں محمود احمد و چندین نفر دیگر، این آقایان فقط از روی عشق و شیفتگی در این جشن بزرگ شرکت جستہ بودند۔''(۱)

حضرت علامہ محمد اقبال اور مولانا محمد بخش مسلم بی اے

۲رنومبر ۱۹۸۱ء کو میں (سید محمد عبداللہ قادری ولد سید نور محمد قادری) نے اپنے دفتری فرائض سے فارغ ہو کر نماز مغرب شہنشاہ لاہور حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے دربار سے ملحقہ مسجد میں ادا کی، مزار شریف میں حاضری کا شرف بھی نصیب ہوا۔ واپسی پر میاں محمد سلیم حماد (سجادہ نشین دربار حضرت داتا گنج بخش) کی نشست گاہ پر گیا تو وہاں جناب ظہور الدین خان (سید اکادمی سوڈی وال کالونی لاہور) اور مولانا محمد بخش مسلم تشریف فرما تھے۔ سلام دعا ہوئی۔ مولانا محمد بخش مسلم نے بڑی باتیں سنائیں کچھ یاد رہ گئیں وہ حسب ذیل ہیں:

''جب علم الدین نے جام شہادت نوش کیا تو حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ فرمانے لگے ''اسی گلاں ایں کردے رہے آں ترکھان منڈا بازی لے گیا اے''۔ جب غازی علم الدین

---

(۱) ''فارسی پاکستانی و مطالب پاکستان شناسی'' جلد یکم نوشتہ محمد حسین تسبیحی، مرکز فارسی ایران و پاکستان راولپنڈی ۱۹۷۴ء/۱۳۹۴ھ ص ۱۴۳

شہید کا جنازہ اٹھانے کا وقت آیا تو اس وقت علامہ محمد اقبال، سر محمد شفیع، سید ابوالبرکات وغیرہم شامل تھے۔ مجھے (مسلم) حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ کی جوتیوں میں بیٹھنے کا شرف حاصل رہا ہے۔''

مولانا مسلم علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں کیسے پہنچے اس سلسلہ میں جناب سید نور محمد قادری صاحب علیہ الرحمہ کے ایک مضمون ''زندہ مشاہیر مولانا محمد بخش مسلم'' کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''میرے ایک سوال پر کہ آپ (مسلم) کے حضرت علامہ محمد اقبال سے تعلقات کی ابتداء کیسے ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا کہ پروفیسر محمد دین تاثیر اور محمد بشیر ابن مولانا احسان اللہ شاہ جہانپوری کے حضرت علامہ محمد اقبال سے گہرے تعلقات تھے۔ ۱۹۲۶ء میں حضرت علامہ پنجاب اسمبلی کی رکنیت کے لئے کھڑے ہوئے تو انہیں ایک ایسے آدمی کی تلاش ہوئی جو ان کی انتخابی مہم کو منظم کرنے اور چلانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس کا ذکر انہوں نے اپنے احباب سے کیا تو تاثیر صاحب نے میرا نام لیا اور کہا کہ وہ باصلاحیت جوان ہے اور اس کام کا اہل ہے۔ اگر یہ مہم اس کے سپرد کی گئی تو وہ احسن طریقہ سے اسے سرانجام دے گا۔ حضرت علامہ کو تاثیر صاحب کی یہ تجویز پسند آئی، چنانچہ دوسرے روز تاثیر صاحب اور بشیر صاحب مجھے حضرت علامہ کی خدمت میں لے گئے انہوں نے مجھ سے کئی باتیں دریافت کیں میرے جوابات سے بہت مطمئن ہوئے اور مسرور بھی، اس طرح مجھے حضرت علامہ کی ایک انتخابی مہم کو چلانے اور منظم کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، اس کے بعد اُن سے مستقل راہ ورسم پیدا ہوگئی اور جب تک وہ زندہ رہے میں باقاعدگی سے اُن کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا چوں کہ میں خوش آواز بھی تھا۔ حضرت علامہ اکثر مجھ سے اپنا کلام اور دیگر اساتذہ کا کلام بھی سنا کرتے۔''(۱)

مولانا محمد بخش مسلم اپنے مضمون ''علامہ محمد اقبال غلام مصطفےٰ (ﷺ) تھے، میں الیکشن مہم کے سلسلہ میں یوں رقم طراز ہیں:۔

---

(۱) ماہنامہ فیضان، فیصل آباد، نور محمد قادری جون ۱۹۷۹ء

"علامہ عرصہ انتخاب میں گامزن ہوئے میں (مسلم) اُن کا ڈھنڈورچی تھا، اس سلسلہ میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں آپ کے مدمقابل کے ایک رفیق کا جواب دینا تھا جس نے کہا تھا کہ "اقبال، اس سے زیادہ اور کیا ہے کہ شاعر ہے۔ میں بھی شاعر ہوں۔ حکم تھا لوگ آ جائیں انہیں بلایا جائے آئے تو میں قرآن مجید کے یہ الفاظ پڑھ رہا تھا: "قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ" اے رسول (ﷺ) کہہ دیجئے کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ آپ (علامہ محمد اقبال) کرسی پر تشریف فرما تھے۔ فرمایا جلسہ ختم کر دو۔ کار میں سوار ہو کر اپنی کوٹھی پہنچ گئے۔ میں بھی تھا چند احباب اور بھی تھے۔ پلنگ پر لیٹ گئے بے حد روئے علی بخش تولیہ لایا، چہرہ دُھلایا، اس معاملہ کی بابت پوچھنے پر فرمایا میں کہنے کو تھا کہ شاعر صاحب میں شاعر نہیں ہوں ممکن ہے آپ بڑے اچھے شاعر ہوں مگر میرا یہ شعر میرے سامنے آ گیا۔

عصر من دانندہ اسرار نیست
یوسف من بہر ایں بازار نیست

اُس نے مجھے روک دیا میں اُن شاعر صاحب کی نسبت اور اپنی نسبت کچھ کہنے سے رک گیا جو الفاظ تم (مسلم) نے پڑھے ان سے اثر پذیر ہو کر میرے دل نے کہا جس کے لئے کائنات بنائی گئی جو سب سے اونچا ہے۔ اشرف ہے۔ اُس نے یہ الفاظ کیوں پڑھے اور پڑھائے۔ "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" طبیعت پر عجیب کیفیت طاری ہوئی، آنسو نہ سنبھل سکے۔ میں نے عرض کیا حضور یہ الفاظ بھی تو میں نے پڑھے تھے "يُوْحٰى اِلَيَّ" مجھ پر وحی کا نزول ہوتا ہے۔ قرآن کا بیان ہے وحی نبی کے دل پر اترتی ہے غیر نبی کے دل پر نبوت کی وحی نہیں اترتی۔ اس کا دل مہبط وحی نہیں ہوتا۔ کسی غیر نبی کا دل نبی کے دل جیسا نہیں، نام کے لحاظ سے غیر نبی کا دل بھی دل کہلاتا ہے۔ اور نبی کا دل بھی دل سے موسوم ہوتا ہے مگر دل دل سے مختلف ہے نبی کے دل جیسا دوسرے کا دل نہیں ہوتا، اس لئے نبی صورۃً مماثل ہوتا ہے مگر وہ اپنی خوبیوں توانائیوں اور استعدادوں کے لحاظ سے منفرد ہوتا ہے، بے نظیر ہوتا ہے۔ خوش ہوئے

فرمایا ٹھیک ہے۔ مگر میں نے سوچا کہ انتخاب میں کامیابی کے حصول کے لئے کسی کی تعریف کرن
اپنی خودی کی تحقیر کرنا ہے، ویسے یہ کہہ دینا کہ آپ مجھ سے اچھے ہیں بھائی اس میں کوئی برائ
نہیں۔" (۱)

حضرت علامہ کی صوبائی الیکشن مہم کے سلسلہ میں محمد عبداللہ قریشی سے ایک گفتگو،
مکالمہ کار پروفیسر محمد عثمان فرماتے ہیں:

"آپ (محمد عبداللہ قریشی) بتا رہے تھے کہ ۱۹۲۶ء میں جب اقبال نے صوبائ
الیکشن لڑا تو آپ نے ایک ورکر کے طور پر کام کیا، اس کے متعلق کچھ کہنا پسند کریں گے؟"

ج: مہم کا انتظام لال دین قیصر، ڈاکٹر محمد دین تاثیر، مولانا محمد بخش مسلم کے ہاتھوں میں تھا۔"۲

جناب میاں محمد شفیع (م ش) مرحوم "اقبال اور مسلم" کے متعلق لکھتے ہیں:

"مولانا محمد بخش مسلم مرحوم اور میر خدا بخش مرحوم دونوں تحریک پاکستان کے نامور رکن تھے اور لاہور کے رہنے والے تھے مجھ سے کئی بار روایت کی کہ جن دنوں ڈاکٹر صاحب (علامہ محمد اقبال) میکلوڈ روڈ کی کوٹھی میں مقیم تھے اور صحت کے لحاظ سے سرخ و سفید جوان رعنا تھے۔ یہ دونوں دوست ان کو سلام کرنے جاتے تھے اور جب دوران گفتگو اتفاق سے پیغمبر اسلام (ﷺ) کا ذکر آجاتا تھا تو "اقبال" ماہی بے تاب کی طرح تڑپنے لگتے تھے، وہ بے قرار ہو کر اس طرح آنسو بہانے لگتے تھے جس طرح ایک بچہ اپنی شفیق ماں کی گود سے علیحدہ ہونے کے بعد بلک بلک کر روتا ہو۔" (۳)

مولانا محمد بخش مسلم نے اپنے ایک مضمون "علامہ اقبال غلام مصطفیٰ ﷺ تھے" میں تحریر
فرماتے ہیں:

"نگاہِ مصطفیٰ"

علامہ کی التجا اللہ تعالیٰ سے:

---

(۱) علامہ اقبال غلام مصطفیٰ تھے، "مضمون مولانا محمد بخش مسلم" ماہنامہ فیضان فیصل آباد فروری ۱۹۸۰ء

(۲) محمد عبداللہ قریشی سے ایک گفتگو، مکالمہ کار پروفیسر محمد عثمان، نوائے وقت میگزین۔ ۱۰/اپریل ۱۹۸۷ء

(۳) پدرم کسان بود۔ قسط نمبر ۳۸ میاں محمد شفیع (م ش) نوائے وقت میگزین ۲۲/جولائی ۱۹۸۸ء

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر   روز محشر عذر ہائے من پذیر
یا اگر بینی حسابم ناگزیر   از نگاہِ مصطفٰے پنہاں بگیر

اس التجا کا سبب یہ ذکر کیا:

مکن رسوا ، حضور خواجہ مارا
حسابِ من ز چشم او نہاں گیر

اے اللہ تو ہے غنی بے پروا، میں ہوں فقیر، قیامت کے دن میرے عذروں کو قبول فرما اگر میرا حساب لازمی ہو تو یہ کرم کر کہ حساب یوں لے کہ مصطفٰی (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ دیکھیں میرے آقا مجھے حضور کے سامنے رسوا نہ فرمانا میرا حساب ان سے چھپا کر لینا میں نے دیکھا کہ علامہ اپنی کوٹھی میں گھوم رہے تھے سر کے بالوں کو کھینچ رہے تھے، آنسوؤں کا مینہ برسا رہے تھے اور چلا چلا کر کہہ رہے تھے، از نگاہِ مصطفٰے پنہاں بگیر، از نگاہِ مصطفٰے پنہاں بگیر۔ یہ اُس شخص کا حال تھا جو بہر نوع صاحب کمال تھا۔ آگاہ ماضی تھا۔ آشنائے حال تھا۔ زائر استقبال تھا، مسلمانوں کی پستی پر پُر ملال تھا۔“(۱)

مولانا محمد بخش مسلم نے حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ کے متعلق انگریزی زبان میں ایک مضمون "Iqbal a Great Muslim" لکھا تھا، اُس کے چند ایک اقتباس ملاحظہ ہوں:

Great Muslim,

Allama was a great Muslim. He defined and identified the fundamental values of Islam, in the context of modern thought. He believed. that Islam is itself destiny and will not suffer a destiny. He was a Islamist revolutionist to the core. He was realist. He was a seer. He loved activity. He said that:

نکل کے صحرا سے جس نے رومہ کی سلطنت کو اُلٹ دیا تھا
سُنا ہے میں نے یہ قدسیوں سے وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا

---

(۱) علامہ اقبال غلام مصطفٰے تھے“ مضمون مولانا محمد بخش مسلم، ماہنامہ فیضان فیصل آباد فروری ۱۹۸۰ء

Our forefathers who were dwellers of the deserts, they dethrened the Roman Empire. They captivated domains and souls. I am told by the inspiration I received the intution I was graced with showed that Muslims of the presentage will revive and thrive. They will create a new-world of Islam and will guide the mankind to right goal.

سبق پھر پڑھ شجاعت کا صداقت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

Learn the lesson of rectitude, social justice and courage. God will again assign you the leadership of the national and countries. You must first of all, attain and establish Islamic state, fashion your life according to the injunctions of your faith. Solve your problems by Islamic preachings Be Muslims set an example for others.

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

Lips cannot disclose what is being observed by eyes. There will be most amazing and wonderful change in the world.

COMPLETE CHANGE:

History records that the earliest followers of the final messanger of Allah alerted the ideas, the convictions, the souls conceptions, predilections, concepts and desires of the man kind. They introduced new principles of ethics and laws. They founded League of men. They united all human beings. They said, criterian of nobility is conduct.

They preached equality. They revolutionised the entire structure.

Iqbal said, of human society that Muslim of the present time, will do the same, creation of Pakistan is a 1st step in this direction. His intutional voice and advice is :

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

Be obedient to Muhammad Allah will love you. There will be a bliss for you in this world, and eternal paradise in the world ther after.(1)

حضرت قائداعظم محمد علی جناح اور مولانا محمد بخش مسلم

بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہ سے مولانا محمد بخش مسلم کو بے پناہ محبت و عقیدت تھی۔ اُن کی خداداد قابلیت کے معترف تھے۔ وہ حضرت قائداعظم سے ملاقات کرنے کے لئے بے تاب تھے۔ کہ کسی وقت قائداعظم لاہور تشریف لائیں تو ملاقات کر سکیں۔ اُن کا یہ ارمان پورا ہو گیا۔ اس سلسلہ میں مولانا مسلم فرماتے ہیں:

''قائداعظم تنظیمی دورے پر لاہور آئے ہوئے تھے، ہمیں اُن سے شرف ملاقات حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ جب ہمیں پتا چلا کہ وہ نواب زادہ رشید علی خان کی کوٹھی میں مختلف لوگوں سے ملاقات کر رہے ہیں تو بہت خوشی ہوئی، نواب زادہ رشید علی خان پنجاب مسلم لیگ کے اہم لیڈر تھے، جب میں کوٹھی میں پہنچا تو ان میں کچھ تاجر اور دوسرے لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے، مجھے دیکھ کر وہ میرے پاس آئے اُن سے مجھے پتا چلا کہ قائداعظم صرف پندرہ پندرہ منٹ دے رہے ہیں۔ دوسرے مسائل کے علاوہ ان لوگوں کا ایک بڑا مسئلہ آٹے کے ڈپوؤں کا تھا۔ وہ قائداعظم سے اس سلسلہ میں مدد کے خواہاں تھے، مگر وہ اس تذبذب کا شکار تھے کہ شاید وہ اپنا موقف بہتر انداز میں پیش نہ کر سکیں، انہوں نے مجھے کہا میں اُن کی وکالت

---

(1) Iqbal a Great Muslim مضمون مولانا محمد بخش مسلم، فیضان فیصل آباد فروری ۱۹۸۰ء

کروں اور آٹے کے ڈپو انہیں دلواؤں۔ میں نے وعدہ کیا اور جب قائداعظم نے مجھے طلب کیا تو ہماری ملاقات کا وقت پچیس منٹ پر پھیل گیا۔

میرے ساتھ قائداعظم نے چند منٹ گفتگو کے بعد کہا کہ آپ اتنے ہوشیار آدمی ہیں میں آپ کو مسلم لیگ کے لئے خضر حیات کے علاقے میں بھیجنا چاہتا ہوں۔ آپ وہاں کے لوگوں کو مسلم لیگ کے متعلق بتائیں۔ میں نے انہیں کہا کہ وہ مجھے اس مشن پر نہ بھیجیں، تو بہتر ہے انہوں نے حیرت سے اس کی وجہ دریافت کی تو میں نے کہا کہ اس کے پاس چیتے جیسے منہ والے خونخوار کتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہیں وہ مجھے چیر پھاڑ نہ دیں، اس پر انہوں نے بے اختیار قہقہہ لگایا اور مجھ سے پوچھا کہ آپ کے خیال کے مطابق مسلم لیگ کو پنجاب میں کیا کرنا چاہیے؟ میں نے کہا پنجاب کی سیاست چودھریوں کے ہاتھوں میں ہے آپ فرداً فرداً اُن سے ملاقات کریں۔ مسلمان چودھری بھی مسلم لیگ کے حامی ہیں اگر انہیں رضامند کر لیا جائے تو خاصا فائدہ ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد میں نے انہیں ڈپو کے مسئلے کے متعلق بتایا خوش قسمتی سے اس وقت متعلقہ محکمے کا ایک اعلیٰ افسر بھی اُن سے ملنے کے لئے آیا ہوا تھا انہوں نے اس سلسلے میں انہیں کہا تو انہوں نے ہمارا کام کروا دیا۔

اس کے بعد قائد سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ جی ہاں اگلے روز ہم اُن سے ملنے کے لئے نواب ممدوٹ کی کوٹھی گئے۔ اس وقت لاہور کی مشہور سماجی شخصیت بسا پہلوان ہمارے ساتھ تھا ہم قائداعظم کے لئے پھلوں کا ایک ٹوکرا بھی لے کر گئے تھے جس کی قیمت اُس زمانے میں -/200 روپے تھی۔

جب ہم کوٹھی پہنچے تو قائداعظم کسی اہم کام میں مصروف تھے، اس کے باوجود انہوں نے ملازموں سے کہا کہ ہمیں نہ جانے دیا جائے، کچھ دیر بعد وہ آئے اور ہم سے بڑے تپاک سے ملے، سیاست کے علاوہ دوسرے موضوعات پر بھی باتیں ہوتی رہیں۔ اس دوران انہوں نے اپنے ڈرائیور کو گجراتی زبان میں کہا کہ جتنا پھل اپنے گھر لے جانا چاہتا ہے لے جائے۔

میں (مسلم) گجراتی زبان سمجھتا تھا، میں اُن سے بڑا متاثر ہوا کہ یہ شخص اپنے ملازموں کا کتنا خیال رکھتا ہے اور انہیں کچھ دے بھی رہا ہے تو اس کے متعلق اُس زبان میں کہہ رہا ہے جس کو اُس کے خیال کے مطابق یہاں کوئی نہیں جانتا۔" انہوں [illegible] خود وہ پھل نہیں کھائے" قائداعظم بہت کم کھاتے تھے۔ نواب ممدوٹ کی کوٹھی میں ہی ایک دعوت تھی کھانے کی میز انواع واقسام کی چیزوں سے بھری ہوئی تھی، مگر میں نے دیکھا کہ انہوں نے تھوڑی سی مچھلی، ایک سلائس، دو پھانکیں سردے کی اور چند دانے انگور کے لئے۔ اس وقت میز پر میرے علاوہ دوسرے لوگ بھی تھے۔ یار لوگ مرغ کی ٹانگوں سے اچھی خاصی کشتی لڑتے رہے۔ (۱)

میں (مسلم) ایک مرتبہ قائداعظم سے ملا تو میں نے پوچھا پاکستان کب بنے گا؟ انہوں نے کہا: "یہ سوال بے معنی ہے پاکستان اُس وقت ہی بن گیا تھا جس وقت پہلا ہندو مسلمان ہو گیا تھا۔" میں نے کہا جس طرح برسوں پہلے آپ کے بزرگوں نے ہندوستان میں اسلام کو بچایا تھا۔ اسی طرح آپ بھی آج کے دور میں اسلام کو بچا رہے ہیں۔ میری بات سن کر انہوں نے اس کی وضاحت مانگی تو میں نے کہا مغل بادشاہ اکبر نے جب دینِ الٰہی کا آغاز کیا تھا مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اس کی مخالفت کی تھی، اس مخالفت میں وہ لوگ بھی پیش پیش تھے۔ جو مجدد الف ثانی سے بیعت تھے اور یہ لوگ آپ کے اجداد تھے۔ میری بات سن کر وہ سوچ میں پڑ گئے اور بولے "آج مجھے پتا چلا ہے کہ میرے عزیز واقارب سرہند جانا کیوں ضروری سمجھتے ہیں۔" یہ حقیقت ہے کہ قائداعظم کے اجداد مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے گہری عقیدت رکھتے تھے اور اس وقت تک وہ اپنے آپ کو مکمل نہیں سمجھتے تھے جب تک وہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری نہیں دے لیتے تھے۔" (۲)

مولانا محمد بخش مسلم کو حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے ایک خصوصی مشن پر کاٹھیاواڑ بھیجا تھا۔ اُس خصوصی مشن کے متعلق مولانا مسلم فرماتے ہیں:

---

(۱) مولانا محمد بخش مسلم ملاقات محمد اسلم ڈوگر۔ قومی ڈائجسٹ لاہور اگست ۱۹۸۳ء، ص ۱۸ تا ۱۹

(۲) مولانا محمد بخش مسلم ملاقات محمد اسلم ڈوگر۔ قومی ڈائجسٹ لاہور اگست ۱۹۸۳ء، ص ۱۸ تا ۱۹

''قائداعظم کی ہدایت پر میں تین سال ۱۹۴۳ء، ۱۹۴۴ء اور ۱۹۴۵ء میں ایک ایک ماہ کے لئے داراجی (کاٹھیاواڑ) جاتا رہا یہاں مسلمان آباد تھے اور اُن کا شمار امیر ترین لوگوں میں ہوتا تھا، قائداعظم نے کہا کہ آپ وہاں جا کر انہیں مسلم لیگ میں شامل کرنے کے لئے راغب کریں۔ اس دور میں جب کہ ایک روپے کی بھی بہت زیادہ اہمیت تھی وہ لوگ لاکھ کا ذکر عام سے انداز میں کرتے تھے۔ آج کراچی میں جو لوگ بڑے بڑے تاجر ہیں اُن میں میرا ہاتھ بھی ہے وہ بھی مجھے نہیں بھولے اور اپنی تقریبات میں مدعو کرتے رہتے ہیں۔ قائداعظم نے کہا تھا کہ میں انہیں اس امر پہ آمادہ کروں کہ وہ اپنے کاروبار کراچی منتقل کرلیں، ایسا وہ اس لئے کہہ رہے تھے کہ ان کے کراچی منتقل ہونے سے کراچی ہندو کا استحصال کم ہو جائے گا، یاد رہے کہ اس وقت ہندو کراچی کی مارکیٹ پر چھائے ہوئے تھے۔ پہلے روز جب میں نے داراجی میں تقریر کی تو مقصد کی بات کرنے سے پہلے یہ شعر پڑھا:

میں راز دل لگا کہنے ضمیر اندر سے چلایا
خدا کے واسطے، محتاط رہنا ہم نشینوں سے

اور پھر میں نے راز دل کہا اس کا مجھے اچھا جواب ملا اور مسلمان تاجر مسلم لیگ کے لئے کام کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ قائداعظم کو بھی ان لوگوں کا خیال تھا۔ گاندھی کو کاٹھیاواڑ کے راجہ سے قدیمی بغض تھا۔ یہ داستان بہت دلچسپ ہے گاندھی کا باپ کسی دور میں وہاں آکٹرائے سپرنٹنڈنٹ تھا۔ مگر اُسے غبن کے جرم میں برطرف کر دیا گیا تھا۔ گاندھی کو اس برطرفی کا بہت صدمہ تھا۔ اس لئے اُس نے انگریز حکومت کو مشورہ دیا کہ داراجی میں ہوائی اڈہ بنانا چاہیے۔ اس کا مقصد ریاست کے معاملات میں انگریز حکومت کی مداخلت بڑھانا تھا اور یوں آہستہ آہستہ راجہ کے ساتھ ریاست پر بھی انگریز کا مکمل تسلط اور پھر وہاں ہندو تسلط قائم کرنے کا خواب تھا، مگر قائداعظم نے حکومت کو بتایا کہ داراجی کا علاقہ ہوائی اڈے کے لئے مناسب نہیں ہے اگر اڈہ بنایا گیا تو مخصوص حالات کی وجہ سے ہوائی جہازوں کے حادثے ہوتے رہیں گے۔ انگریز نے قائداعظم کا موقف تسلیم کرتے ہوئے ہوائی اڈہ تعمیر کرانے کا ارادہ منسوخ کر دیا۔

مہاراجہ نے تشکر کے طور پر قائداعظم کو تین لاکھ روپے پیش کئے قائداعظم نے ان میں دس ہزار روپے اپنی طرف سے ملا کر راجہ کو واپس کر دیئے اور درخواست کی کہ وہ اس کے عوض پورٹ بندر سے آنے والے مسلمان تاجروں کے مال پر ٹیکس معاف کر دے۔ اس طرح مسلمانوں کو کروڑوں کا فائدہ ہوا۔ (۱)

مسلم لیگ کو کاٹھیاواڑ کے مسلمانوں سے بہت مدد ملتی تھی، مجھے یاد ہے جب قائداعظم ''ڈان اخبار'' کے لئے چندہ لینے وہاں گئے تو وہاں کے معروف تاجروں طاہر محمود جانو اور علی سیٹھ وغیرہ نے کہا کہ یہ ہمیں پسند نہیں ہے کہ آپ جلسہ کر کے چندہ مانگیں آپ ہمیں بتا دیں کہ دارا جی سے آپ کتنا چندہ لینا چاہتے ہیں؟ قائداعظم نے فہرست کے مطابق تین لاکھ بتایا۔ انہوں نے جلسہ کے بغیر پانچ لاکھ قائداعظم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ مگر انہوں نے صرف تین لاکھ رکھا باقی واپس کر دیا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ وہ اس کا کیا کریں تو قائداعظم نے کہا کہ اسے ''مسجد فاروقی'' پر لگا دیا جائے، یہ مسجد دارا جی میں ہی تھی۔'' (۲)

انجمن معین الاسلام

اپریل ۱۹۲۰ء میں لاہور میں انجمن معین الاسلام، معرض وجود میں آئی۔ انجمن نے کئی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ کئی اغراض و مقاصد لے کر سامنے آئی جس کی تفصیل محمد عبداللہ قریشی صاحب نے یوں لکھی ہے:

''یہ انجمن (معین الاسلام) اپریل ۱۹۲۰ء میں مندرجہ ذیل اغراض و مقاصد لے کر میدانِ عمل میں آئی تھی:

(۱) تبلیغ مذہب اسلام بموجب عقائد حقۂ حنفیہ۔

(۲) ممبروں کے درمیان رابطہ اتحاد بڑھانا اور اُن میں مذہب اور قوم کی خدمت کا جذبہ پیدا کرنا۔

---

(۱) مولانا محمد بخش مسلم، ملاقات محمد اسلم ڈوگر، قومی ڈائجسٹ لاہور اگست ۱۹۸۳ء

(۲) مولانا محمد بخش مسلم، ملاقات محمد اسلم ڈوگر، قومی ڈائجسٹ لاہور اگست ۱۹۸۳ء

(۳) خلاف شرع اور بدعات قبیحہ کے انسداد کی کوشش کرنا۔

(۴) سلف صالحین، بزرگان عظام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع اور ان حضرات سے محبت و عقیدت مندی کی تلقین کرنا۔

(۵) علوم دینیہ بالخصوص اسلامی تاریخ کی اشاعت کرنا۔

اس انجمن کے سیکرٹری جنرل مفتی حمایت اللہ، نائب سیکرٹری ماسٹر محمد بخش مسلم تھے۔ مسلم صاحب نے اسی انجمن کے جلسوں میں تقریروں کی مشق شروع کی اور اپنی صلاحیتوں کو خوب چمکایا۔ ان کی آواز بہت سریلی تھی، قرآن پاک کی تلاوت نہایت خوش الحانی سے کرتے تھے۔ نعتوں میں بھی اپنا خوب رنگ جماتے تھے۔ خود بھی نظمیں کہتے اور گا کر سناتے تھے۔ آہستہ آہستہ وہ انجمن معین الاسلام کا ضروری اور مفید جزو بن گئے۔ انہی دنوں مولانا غلام مرشد نے درس قرآن پاک کا سلسلہ شروع کیا۔ مسلم صاحب نے ان کے درس میں شریک ہو کر قرآن پاک کے رموز و نکات حاصل کئے اور اپنے ذاتی جوہروں کو کام میں لا کر اس روشنی کو خوب پھیلایا۔ انجمن معین الاسلام کا سب سے بڑا اور عظیم نمایاں کارنامہ یوم میلاد النبی ﷺ کو شایانِ شان پیمانے پر منانے کی تحریک تھی اس سے قبل یہ دن “بارہ وفات” کے نام سے معروف تھا اور حکومت کے کیلنڈروں میں بھی اس یوم کی تعطیل اسی نام سے منائی جاتی تھی۔ اس انجمن نے تحریک کی کہ اسے “عید میلاد النبی ﷺ” کا نام دیا جائے عوام اور حکومت دونوں نے اس مطالبے کو تسلیم کر لیا اور آج یہ نام عالمگیر شہرت حاصل کر چکا ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے جشن کا آغاز اسی انجمن نے کیا۔ بعد میں کئی سیرت کمیٹیاں بن گئیں۔ جن میں قاضی عبدالمجید قرشی مدیر “ایمان” پٹی اور سید سرور شاہ گیلانی مصری شاہ لاہور کی سیرت کمیٹیاں بہت مشہور ہیں۔

انجمن معین الاسلام نے دوسرا کام یہ کیا کہ عشرہ محرم کو جو لوگوں نے ڈھول تاشوں، باجے گاجوں اور تعزیہ کے جلوسوں میں گتکے بازوں کی شرکت اور دیگر خرافات سے کھیل تماشہ بنا دیا تھا اس قسم کی بدعات سے پاک کیا اور اُن کی جگہ ان پاکیزہ وعظوں کو رواج دیا۔ جن میں سیدالشہدا کے محاسن بیان کئے جاتے تھے۔ ان مجالس میں شرکت کے لئے پنجاب کے سحرالبیان واعظوں کے علاوہ ہندوستان کے مستند علماء کو بھی دعوت دے کر بلایا جاتا تھا۔ اس کا

بہت اچھا اثر ہوا اور فضا بدعات سے پاک ہوگئی۔ اس وقت سے لے کر تقسیم ہند بلکہ قیام پاکستان تک اس انجمن نے اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیا۔ اب حالات پھر ویسے ہو گئے ہیں۔ اس انجمن نے مسلمانوں کو "سواد اعظم یعنی احناف کو ایک مرکز پر لانے کی کوشش کی اور اُن میں صحیح اسلامی جذبہ پیدا کیا۔ اس نے مسلمانوں کو بزرگانِ دین کے صحیح حالات سے آگاہ کیا تاکہ وہ ان کے نقشِ قدم پر چل کر دنیا میں آبرومندانہ زندگی بسر کر سکیں۔

مولوی مسلم صاحب چار پانچ سال اس انجمن کے ساتھ وابستہ رہے اس کے بعد انجمن خادم المسلمین میں شریک ہو گئے۔ (۱)

انجمن معین الاسلام، سیرت النبی ﷺ کے جلسوں میں جن علماء کو مدعو کرتی تھی۔ اس کے بارے میں جناب محمد عبداللہ قریشی صاحب فرماتے ہیں:

> "پنجاب اور ہندوستان کے مستند علماء کو لاہور میں بلا کر پورے دس دن گلی گلی اور محلے محلے وعظ کرائے جاتے تھے اور سید الشہداء کے محاسن بتائے جاتے تھے۔ یوں غلط روایات کی تردید بھی ہو جاتی تھی، ہندوستان سے جو علماء بلائے جاتے تھے ان میں سے: مولانا سید دیدار علی الوری، مولانا معوان حسین رامپوری اور مولانا عبدالشکور مدیر النجم لکھنو اور چند دیگر بزرگ تو واپس چلے گئے۔ مگر مولانا سید دیدار علی اور اُن کے لائق فرزند ابوالحسنات سید محمد احمد قادری اور ابوالبرکات یہیں رہ گئے اور انہوں نے انجمن حزب الاحناف اور دینی مدارس قائم کر کے ساری عمر یہیں گزار دی۔ اسی طرح مولانا معوان حسین اور مولانا ریحان حسین نے بھی یکے بعد دیگر شاہی مسجد لاہور کی خطابت سے اہل لاہور کو فائدہ پہنچایا اور اسی خاک میں پیوست ہوئے یہ ظاہر ہے یہ بزرگ انجمن معین الاسلام کی دعوت پر ہی لاہور آئے تھے ان کے پاک وجود سے اس وقت شیعوں کا زور اتنا ٹوٹ گیا کہ لاہور میں ذوالجناح کے جلوس بے رونق ہو گئے تھے اور مسلم صاحب کی سرگرمیاں بھی کم ہو گئی تھیں۔ (۲)

---

(۱) مکتوب محمد عبداللہ قریشی بنام سید نور محمد قادری۔ ۲ رمئی ۱۹۸۷ء

(۲) مکتوب محمد عبداللہ قریشی بنام سید نور محمد قادری۔ ۱۰ رمئی ۱۹۸۷ء

''مجلس شوریٰ کی رکنیت''

۱۹۸۱ء میں جب مجلس شوریٰ قائم ہوئی تو مجلس ۳۵۰ ارکان پر مشتمل تھی جن میں سے ۲۸۷ ارکان کے ناموں کا اعلان کر دیا گیا۔ مجلس شوریٰ اُس وقت کے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے قائم کی تھی۔ ''مجلس شوریٰ'' کے قیام کا مقصد اسلامی جمہوری معاشرہ کا قیام تھ

چاروں صوبوں میں سے ۲۸۷ ارکان کی نمائندگی کچھ اس طرح بنتی ہے۔

پنجاب۔ ۱۴۶	بلوچستان۔ ۱۸
سرحد۔ ۵۲	سندھ۔ ۷۱

مجلس شوریٰ کے ان اراکین میں سے ایک رکن مولانا محمد بخش مسلم بی اے بھی تھے۔ لاہور (پنجاب) کے اراکین کی فہرست میں نمبر شمار ۶۱۔ پر مولانا محمد مسلم (لاہور) کا نام درج ہے۔

مولانا مسلم علیہ الرحمہ کے علاوہ مجلس شوریٰ میں لاہور کی جو دوسری شخصیات شامل تھیں۔ اُن کے نام یہ ہیں۔ نمبر شمار اور نام درج کیا جا رہا ہے۔

۱۰۔ پروفیسر عبدالرشید، لاہور
۲۰۔ چوہدری محمد الیاس
۲۵۔ چوہدری رحمت اللہ،
۳۳۔ حکیم علی احمد نیر واسطی
۳۵۔ اقبال احمد خان ایڈووکیٹ،
۳۶۔ ڈاکٹر اسرار احمد
۴۰۔ خان بشیر الدین خان،
۴۴۔ خورشید احمد
۶۱۔ مولانا محمد بخش مسلم،
۶۳۔ محمد مالک کاندھلوی
۷۱۔ میاں فضل حق،
۷۵۔ میاں محمد شفیع
۷۹۔ میاں یوسف صلاح الدین،
۸۰۔ میاں ذکاء الرحمٰن
۹۱۔ مفتی محمد حسین نعیمی،
۹۲۔ محمد باقر
۹۴۔ لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) مختار حسین،
۱۰۲۔ بیگم نزہت صادق
۱۰۴۔ پیر محمد اشرف،
۱۲۱۔ بیگم سلمٰی تصدق حسین

۱۴۳۔ ڈاکٹر سردار احمد، ۱۲۶۔ سردار خالد عمر

۱۳۷۔ سید بابر علی، ۱۳۹۔ سید معین الدین ایڈووکیٹ

۱۴۴۔ لیفٹینینٹ کرنل (ریٹائرڈ) والٹر ہربرٹ، ۱۴۵۔ زیڈ اے سلہری، لاہور (۱)

جناب ایم اے نیازی صاحب اپنے مضمون ''مولانا محمد بخش مسلم اور مسلم مسجد'' (انگریزی) میں مجلس شوریٰ کے حوالہ سے مولانا مسلم علیہ الرحمہ کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

'The Maulana left public life after that, though he did serve on the Majlis-i-Shura. He had been nominated by the President, with out being consulted."(2)

۲۰۰۱ء میں ایک دن علامہ اقبال احمد فاروقی، مالک مکتبہ نبویہ کے ہاں گیا۔ تو وہاں حضرت میاں محمد سلیم حماد صاحب سجادہ نشین دربار داتا گنج بخش علیہ الرحمہ تشریف فرما تھے۔ جن سے پرانی دوستی ہے، مولانا محمد بخش مسلم کا ذکر چھڑا، تو میاں محمد سلیم حماد صاحب فرمانے لگے۔ ''مجلس شوریٰ'' کے زمانہ میں بھی ایک دو بار مولانا محمد بخش مسلم کے ہمراہ اسلام آباد گیا۔ میں نے دیکھا کہ ''مولانا محمد بخش مسلم'' کی کرسی، صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق کی کرسی کے قریب ہوتی تھی۔ مجلس شوریٰ کا اجلاس شروع ہوتا تو ''مولانا محمد بخش مسلم اور جنرل ضیاء الحق'' دونوں سر جوڑ کر آپس میں باتیں کرتے رہتے تھے۔ صدر پاکستان، مولانا مسلم کی شخصیت سے بے حد متاثر تھے۔ مجلس شوریٰ میں واحد، مولانا محمد بخش مسلم ایسے رکن تھے جن کی سیاسی بیک گراونڈ نہیں تھی۔ انہیں ان کی قابلیت کے بل بوتے پر رکن بنایا گیا تھا۔ کئی ایک رکن پریشان ہوتے تھے کہ مولانا مسلم کہاں آ گئے ہیں؟ جب جنرل ضیاء الحق سے بات کرنی پڑتی تو انہیں ہی بھیجتے تھے۔ کیوں کہ مولانا انگلش بولتے تھے۔

تحریک پاکستان گولڈ میڈل

محمد بخش مسلم ۱۸ر فروری ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوئے بی اے تک تعلیم حاصل کی، ۱۹۲۴ء

---

(۱) روزنامہ جنگ لاہور ۲۵ر دسمبر ۱۹۸۱ء

(۲) مولانا محمد بخش مسلم اور مسلم مسجد، (انگریزی) مضمون ایم اے نیازی، روزنامہ نیشن، لاہور ۲۵ر فروری ۱۹۸۷ء

میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ ۲۵-۱۹۲۴ء میں شدھی کی تحریک میں حصہ لیا اور سینکڑوں غیر مسلموں کو مسلمان بنایا۔ بنارس جا کر آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت کی اور تمام علمائے کرام کی طرف سے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کروایا، بارہ سال تک قائد اعظم علیہ الرحمہ کے حکم کے مطابق بمبئی، کلکتہ، بنارس اور گاندھی کے وطن کاٹھیاواڑ میں کام کیا یہاں تک کہ گاندھی نے انگریز گورنر سے کہہ کر ان کا داخلہ بند کروا دیا۔ (۱)

علامہ اقبال کے دونوں الیکشنوں میں کام کیا۔ خان قیوم کی درخواست پر قائد اعظم کے حکم سے سرحد کا دورہ کیا اور خان غفار خاں کی مخالفت کے باوجود مسلم لیگ کو کامیاب کروایا۔ ۱۹۴۶ء کے عام انتخابات میں برصغیر کے طول و عرض کا دورہ کیا اور مسلم لیگ کے لیے رائے عامہ کو ہموار کیا۔ انگریز حکومت نے بوکھلا کر خان ممدوٹ، ممتاز دولتانہ، بیگم شاہنواز اور راجہ غضنفر علی کے ساتھ اُن (مسلم صاحب) کو بھی گرفتار کر لیا اور قیام پاکستان سے کچھ عرصہ پہلے مقدمہ چلائے بغیر رہا کر دیا۔

محمد بخش مسلم کو اس بات کا شرف حاصل ہے کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کی رات کو ریڈیو پاکستان سے ہونے والی پہلی تلاوت قرآن پاک انہوں نے کی۔ قیام پاکستان کے بعد اپنی وفات تک جس حکومت نے بھی اسلامی دستور کے بارے میں کوشش کی یہ اس میں پیش پیش رہے۔ انارکلی کے باہر مسلم مسجد کی تعمیر کی جوان کے نام سے موسوم ہے۔ (ص ۱۰۹)

محمد بخش مسلم دینی اور سیاسی موضوعات پر پچپن کتابوں کے مصنف ہیں۔ حکومت نے ان کو ستارہ امتیاز بھی دیا۔ انارکلی چوک کا نام بھی کارپوریشن نے انہی کے نام پر رکھا۔ محمد بخش مسلم نے ۱۷ فروری ۱۹۸۷ء کو قضائے الٰہی سے وفات پائی۔ (۲)

۱۴ اگست ۱۹۸۷ء کو تحریک پاکستان کے کارکنوں کو گولڈ میڈل دیے گئے اُن میں مولانا محمد بخش مسلم بھی شامل تھے۔

---

(۱) "مولانا محمد بخش مسلم اور مسلم مسجد" (انگریزی) مضمون ایم اے نیازی، روزنامہ دی نیشن لاہور۔ ۲۵ فروری ۱۹۸۷ء

(۲) "تحریک پاکستان گولڈ میڈل، اعزاز یافتگان و تعارف خدمات" مرتبہ شعبہ تحریک پاکستان محکمہ اطلاعات و ثقافت حکومت پنجاب اگست ۱۹۹۰ء، ص ۱۰۹۔۱۱۰

روزنامہ جنگ لاہور میں تحریر ہے:

"حکیم آفتاب احمد قرشی مرحوم تحریک پاکستان کے دوران پنجاب میں مسلم طلبہ کے ممتاز راہنما (یہ ایوارڈ ان کے صاحبزادے محسن آفتاب قرشی نے وصول کیا)

حکیم عنایت اللہ سوہدروی ۱۹۳۷ء سے مسلم لیگ سے وابستہ مولانا ظفر علی خان مرحوم کے جانثار ساتھی۔

مولانا محمد بخش مسلم مرحوم تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن نظریہ پاکستان کے مبلغ، ایوارڈ اُن کے بیٹے محمد اسلم نے وصول کیا۔" (۱)

مسلم لیگ میں شمولیت

مولانا محمد بخش مسلم تحریک پاکستان کے سرگرم رکن تھے۔ اس سلسلہ میں جناب سید نور محمد قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"جب تحریک پاکستان کے سلسلہ میں اُن (مسلم صاحب) کے دوستوں اور مسلم لیگ کے حامی علماء کا ذکر چھڑا تو فرمانے لگے۔ حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا ابوالحسنات، حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب، مولانا عبدالغفور ہزاروی، پیر صاحب مانکی شریف، حافظ خادم حسین اور مولانا مرتضی احمد خاں میکش بہت یاد آتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے مخلص تھے اور بڑی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ان لوگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتیں امتِ محمدیہ کے مفاد کے لیے وقف کی ہوئی تھیں۔ خصوصاً پیر سید جماعت علی شاہ صاحب اور مولانا بدایونی نے تحریک پاکستان کے دوران جو کارنامے سرانجام دیئے ہیں وہ بھلائے نہیں جا سکتے۔" (۲)

مسلم لیگ میں شمولیت کے حوالہ سے جب جناب محمد اسلم ڈوگر صاحب نے مولانا مسلم سے پوچھا تو انہوں نے بتایا:

"یہ سن ۱۹۳۳ء کا ذکر ہے بمبئی میں محرم کے جلسے ہوتے تھے۔ مولانا غلام فرید سیالکوٹی

---

(۱) روزنامہ جنگ لاہور خصوصی ایڈیشن، ۲۰ اگست ۱۹۸۷ء

(۲) ماہنامہ فیضان، فیصل آباد، مضمون سید نور محمد قادری جون ۱۹۷۹ء

نے سفارش کی تو مجھے بھی مدعو کیا گیا اور پھر ہر سال جانے لگا، میں وہاں اسلامی اصولوں کے ساتھ ساتھ اسلامی سیاست پر بھی تقریر کیا کرتا تھا۔ خدا کے فضل سے بمبئی کے لوگوں کی کثیر تعداد میری تقریر سننے کے لیے آتی تھی اس وقت بمبئی میں صوبائی مسلم لیگ کے صدر الحاج یوسف ملی تھے۔ بہت مخلص اور دیانتدار انسان تھے۔ وہ مجھ سے آکر ملے اور انہوں نے کہا کہ آپ اپنی تقریروں میں مسلم لیگ کے لئے بھی کچھ کہا کریں۔ اور لوگوں کو مسلم لیگ کے رکن بننے پر راغب کریں۔ میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا اور یوں میں براہِ راست مسلم لیگ کے ساتھ وابستہ ہوا۔'' (۱)

ممبر اسلامی نظریاتی کونسل

۱۹۸۰ء میں جب اسلامی نظریاتی کونسل بنی تو اُس میں ملک بھر کے علماء کا ایک بورڈ تشکیل دیا گیا۔ بورڈ میں جو علماء شامل تھے۔ اُن کے نام یہ ہیں:۔

❶ مولانا سید محمود احمد رضوی۔
❷ علامہ رحمت اللہ ارشد
❸ مولوی احسان الٰہی ظہیر۔
❹ مولانا محمد بخش مسلم
❺ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری۔
❻ مولوی عبدالقادر آزاد۔
❼ مولانا سیاح الدین کاکا خیل۔
❽ مولانا عبدالقادر روپڑی۔
❾ جسٹس ریٹائرڈ جمیل حسن رضوی۔
❿ بریگیڈیئر گلزار احمد۔ (۲)

علماء کنونشن کے آخری اجلاس کے دوران مذکورہ بالا علماء کرام کو حکومت اور نظریاتی کونسل کی مدد کے لئے نامزد کیا گیا۔ یہ بورڈ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کی نگرانی میں کام کرے گا اور ہر دو ماہ بعد ایک روزہ اجلاس ہوا کرے گا۔

مولانا مسلم اور صحافت

مولانا محمد بخش مسلم نے اپنے کیریئر کا آغاز فیصل آباد میں چمڑے کی ایک فرم سے

---

(۱) مولانا محمد بخش مسلم ملاقات محمد اسلم ڈوگر قومی ڈائجسٹ، لاہور اگست ۱۹۸۳ء

(۲) روزنامہ جنگ راولپنڈی۔ ۲۳؍ اگست ۱۹۸۰ء

گیا۔ وہاں کچھ عرصہ ملازم رہے۔ پھر وہ سید حبیب کی زیرادارت نکلنے والے اخبار ''سیاست'' سے منسلک ہو گئے اور جلد ہی انہیں بابائے صحافت مولانا ظفر علی خان نے زمیندار کے لئے منتخب کر لیا۔ چنانچہ آپ سالہا سال ''زمیندار'' کی ادارتی ٹیم کے رکن کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

پھر مولانا محمد بخش مسلم نے اپنا ذاتی رسالہ ''بصیرت'' نکالا جس نے علم اور ادب کی بڑی خدمت کی اور بڑا نام پایا۔ اس رسالہ کی آمدنی مولانا محمد بخش مسلم نے ''مسلم مسجد'' کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

اخبار نویسی میں آپ کی رہنمائی منشی محمد دین فوق مدیر اخبار کشمیری لاہور نے کی۔ ہفتہ وار اخبار ''استقلال'' جاری کیا۔ پنجاب کے محکمہ امداد باہمی (Co-operation Deptt) میں ملازمت اختیار کی۔ اُن کے ماہنامہ رسالہ ''کوآپریشن'' کی ادارت کے فرائض سرانجام دیئے اور یہیں رہ کر کئی اقتصادی کتابوں کے انگریزی تراجم کئے۔ ''مساوات'' (اسلام اور مساوات) ان کا ایک نہایت مفید کتابچہ اسی زمانے کی یادگار ہے۔

مولانا محمد بخش مسلم ''سیاست'' اور ''زمیندار'' میں ساڑھے اکتیس سال ملازمت کر کے ۱۹۵۶ء میں ریٹائر ہوئے۔

مطبوعہ تصنیفات/مضامین

مولانا محمد بخش مسلم، صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ کئی کتابچے تحریر کئے۔ انگریزی اور اُردو زبان میں مضامین بھی لکھے۔

حافظ محمد عبدالستار سعیدی نے اپنی تالیف مرآۃ التصانیف، میں مولانا محمد بخش مسلم کی تصنیفات اور مضامین کا یوں ذکر کیا ہے:۔

خطبات نبوی ﷺ	مطبوعہ محکمہ اوقاف لاہور، ص ۳۲
رسول مقبول ﷺ	گلوب پبلشنگ کمپنی، لاہور ۱۹۶۵ء ص ۸۰
ارکانِ اسلام	وفاق پریس، لاہور سن ندارد، ص ۲۴

روزہ کا فلسفہ	مطبوعہ لاہور۔ سن ندارد
برہان قرآن	مطبوعہ لاہور۔ سن ندارد
ختم رسالت	مطبوعہ لاہور۔ سن ندارد
انسان اور قرآن	حجازی پریس، لاہور۔ سن ندارد۔ ص ۹۲
کتاب الاخلاق	ریپن پریس، لاہور۔ سن ندارد، ص ۶۰
جہاد	مطبوعہ لاہور ۱۹۴۸ء
اسلام کا نظام آب پاشی	مطبوعہ لاہور سن ندارد
اسلام کا بندوبست اراضی	مطبوعہ لاہور۔ سن ندارد
اقتصادی ڈھانچہ (انگریزی)	مطبوعہ لاہور۔ سن ندارد
بیت المال، راس المال، اشتمال نظام	مطبوعہ لاہور۔ سن ندارد
مقروض قوم	مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۳۵ء
کلام مسلم	غیر مطبوعہ
آزاد پاکستان	مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۴۸ء
قائداعظم اور پاکستان	محکمہ اوقاف لاہور ۱۹۴۸ء، ص ۲۰
اسلام اور مساوات	مطبوعہ لاہور
نظام اسلامی	غیر مطبوعہ
انسان کی انسانیت	غیر مطبوعہ
اسلام اور پاکستان	مطبوعہ لاہور
اقبال اور پاکستان	مطبوعہ لاہور
حضرت پیرانِ پیر	مطبوعہ لاہور
حضرت خواجہ معین الدین چشتی	مطبوعہ لاہور
حضرت داتا گنج بخش	مطبوعہ لاہور
خواتین ملت	مطبوعہ لاہور

پیام اسلام	مطبوعہ لاہور
تعلیم اسلام	مطبوعہ لاہور
مظلوم قوم	مطبوعہ لاہور (۱)

حافظ محمد عبدالستار سعیدی، کی تصنیف ''مراۃ التصانیف'' میں مولانا مسلم کی درج شدہ تصانیف کے علاوہ چند یہ ہیں۔

کادالفقران یکون کفرًا — حقائق القرآن محکمہ اوقاف لاہور ۱۹۶۹ء

مارچ ۱۹۷۵ء میں نیو کریسنٹ پبلشرز اردو بازار لاہور نے ''دینیات'' برائے جماعت ہشتم شائع کی جس کے مصنفین حسب ذیل تھے:۔

۱۔ مولانا محمد بخش مسلم۔ ۲۔ مولانا مہدی حسن علوی۔

اس کتاب کی نظر ثانی کرنے والوں میں مولانا غلام مصطفٰے قاسمی، پروفیسر محمد علی سائنگی سید نجم الحسن کراروی، بیگم زہرا زیدی اور سید عارف حسن شامل تھے۔ (۲)

۱۹۹۲ء میں جمال بک ڈپو لاہور نے ''اسلامیات لازمی، برائے جماعت نہم و دہم، سنی طلباء'' شائع کی برائے پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور، اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حصہ اول (مشترکہ برائے سنی و شیعہ طلبہ) حصہ دوم (برائے سُنی طلبہ) مولانا محمد بخش مسلم اس کے دونوں حصوں کے مصنفین میں شامل تھے۔

مولانا محمد بخش مسلم کی کتاب ''مقروض قوم'' کے متعلق جناب محمد اسلم ڈوگر، مولانا مسلم کی زبانی تحریر فرماتے ہیں:

''مقروض قوم، مسلمانوں کی تمام تر پستی کا سبب یہ ہے کہ وہ غریب ہیں اور مقروض ہیں اسی نظریئے کی بنیاد پر ۱۹۳۵ء میں ''مقروض قوم'' کے نام سے کتاب لکھی۔ ۱۹۳۵ء میں ہی جب میں (مسلم صاحب) بمبئی گیا تو یوسف مکی (صوبائی

---

(۱) مراۃ التصانیف از حافظ محمد عبدالستار سعیدی جلد اول۔ ناشر مکتبہ قادریہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور

(۲) دینیات برائے ہشتم، ناشر نیو کریسنٹ پبلشرز اردو بازار، لاہور۔ برائے پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور مارچ ۱۹۷۵ء طابع حاجی عبدالمجید قریشی۔

صدر مسلم لیگ بمبئی) کے کہنے پر اپنی کتاب کی سو جلدیں بھی لے کر گیا انہوں نے اخبارات میں میرے لئے یہ اشتہار شائع کیا:

''تقریر سنی تحریر بھی دیکھ''

اس پر اکثر لوگوں نے میری کتاب خرید لی یہ حقیقت ہے کہ اس دور میں مسلمانوں کی معاشی حالت، بہت ابتر تھی ایک انگریز مسلمانوں کے متعلق کہتا تھا۔

"Muslim peasants born in Debt live in debt and die in debt."(1)

ماہنامہ کتاب لاہور کا سالنامہ اکتوبر نومبر ۱۹۶۸ء ''اردو کتابوں کی ڈائریکٹری'' بتقریب عشرہ اصلاحات ۱۹۵۸ء تا ۱۹۶۸ء۔ شائع ہوا۔ نگران ''ابن انشاء'' مدیر سید قاسم محمود، سالنامہ کتاب لاہور کے صفحہ نمبر ۷۰۵ پر مولانا محمد بخش مسلم بی اے کی کتاب ''کتاب الاخلاق'' کا ذکر بھی ہے۔

''ترجمان پاکستان مولانا محمد بخش مسلم خطیب مسلم مسجد لاہور نے کمال ریاضت اور مطالعہ کے بعد اس کتاب میں وجود باری تعالیٰ، قرآن مجید کی تعلیمات، احادیث رسول حمید اور خلفائے راشدین کے اخلاقی اسباق کے علاوہ تمام اکابر و مشاہیر کے اقوال اور پند و نصائح نیز اکثر مذاہب کے بزرگان کے ارشادات اخلاقیہ درج کئے ہیں۔ بڑا سائز چھ سو صفحات مجلد قیمت -/9 روپے ہے۔

مولانا محمد بخش مسلم کی کتاب ''بیان الاخلاق'' ۶۶۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ جو جناب محمد حفیظ البرکات شاہ ابن حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ نے اپنے ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کی طرف سے شائع کی ہے۔ جنوری ۲۰۰۱ء میں قیمت ۲۰۰ روپے ہے۔ کتاب خوبصورت شائع کی گئی ہے۔ ظاہری حسن بھی کمال کا ہے۔

بیان الاخلاق کا مقدمہ پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی، مدیر اعلیٰ ماہنامہ جہانِ رضا، لاہور مالک مکتبہ نبویہ لاہور نے تحریر کیا ہے۔ انہوں نے میرے مسودہ ''مولانا محمد بخش مسلم'' سے بھی فائدہ اُٹھایا ہے لیکن مقدمہ میں کسی جگہ بھی راقم کا تذکرہ نہیں کیا۔

---

(۱) مولانا محمد بخش مسلم، ملاقات، محمد اسلم ڈوگر، قومی ڈائجسٹ لاہور اگست ۱۹۸۳ء ص ۱۶

انجمن فیض الاسلام، راولپنڈی کے "۱۸ویں تبلیغی جلسہ" منعقدہ اپریل ۱۹۶۱ء کی روئیداد "تاثرات، لاہور سے لاہور تک" روزنامچہ حکیم محمد حسین عرشی امرتسری انجمن کے ماہنامہ فیض الاسلام، جون ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔ جو ص ۳ تا ص ۴۷ پھیلا ہوا ہے۔ جلسہ میں مولانا محمد بخش مسلم نے "اتحاد المسلمین" کے موضوع پر تقریر کی۔ جو فیض الاسلام راولپنڈی سے مذکورہ پرچہ کے ص ۲۱ تا ص ۲۴ پر محیط ہے۔

مضامین مسلم (بی اے)

روزے	ماہنامہ تبلیغ الاسلام انبالہ شہر دسمبر ۱۹۳۰ء، ص ۲ تا ص ۶
رسم کابت	ایضاً۔ ص ۱۰ تا ص ۱۴
پیام امام	الحبیب لاہور، شہید اعظم نمبر جون ۱۹۶۳ء، ص ۳۷ تا ص ۴۰۔
انسان اور تمدن	ترجمان حقیقت لاہور اگست ۱۹۶۳ء، ص ۲۱ تا ص ۲۴
انسان اور تمدن	ترجمان حقیقت نومبر دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۲۸، تا ص ۳۱
علامہ اقبال غلام مصطفےٰ تھے،	ماہنامہ فیضان فیصل آباد، فروری ۱۹۸۰ء

Iqbal a Great Muslim، ماہنامہ فیضان فیصل آباد کے علاوہ دوبارہ ماہنامہ رزم نو گجرات نومبر ۱۹۹۳ء (مدیر اعلیٰ، میاں محمد اشرف تنویر، مدیر، سید روح الامین قادری) میں چھپا ہے،

اشاریہ ضیائے حرم، لاہور (ابتدائی بیس سال) مرتب عابد حسین شاہ پیرزادہ، مطبوعہ چکوال ۱۹۹۷ء کے صفحہ نمبر ۱۰۷ پر مولانا محمد بخش مسلم کے حسب ذیل مضامین کا ذکر کیا گیا ہے۔

انڈونیشیا میں تبلیغ الاسلام کا آغاز	جلد نمبر ۱۵: شمارہ نمبر ۴
رسولِ رحمت کی خارجہ حکمت عملی	جلد نمبر ۱۳: شمارہ نمبر ۱۰
رسول ہاشمی ﷺ کی قوم اپنی ترکیب و مزاج میں خاص ہے	جلد نمبر ۲: شمارہ نمبر ۹
صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ	جلد نمبر ۱۴: شمارہ نمبر ۷
فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مستشرقین	جلد نمبر ۴: شمارہ نمبر ۸، ۹
قائد اعظم اور پاکستان	جلد نمبر ۴: شمارہ نمبر ۳

IQBAL A GREAT MUSLIM ماہنامہ فیضان فیصل آباد فروری ۱۹۸۰ء

مولانا مسلم کی تحریر کے چند نمونے

☆فن تجوید ☆رسم کابت ☆روزے ☆مقروض قوم

فنِ تجوید

دنیا میں وہی چیز علیٰ حالہٖ قائم رہتی ہے جو مفید ترین ہو، کوئی مخلوق خالق کے برابر نہیں۔ کائنات میں سب سے زیادہ احترام مذہبی راہنماؤں کا کیا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ عظمت ربانی نوشتوں کی کی جاتی ہے۔ تاریخی حقیقت یہ ہے کہ صرف قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے جو ہر قسم کے تغیر و تبدل، اضافہ و تحریف، ترمیم و تنسیخ کے بغیر موجود ہے۔ سب سے زیادہ پڑھا قرآن ہی جاتا ہے۔ یہی وہ صحیفۂ آسمانی ہے جس کے کروڑوں انسان حفاظ ہیں۔ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ایسی ہے، جن کا ہر قول، ہر عمل، ہر اقدام اور ہر حال محفوظ ہے۔ قرآن و حدیث کا کوئی جزو ایسا نہیں، جس پر عمل نہ کیا گیا ہو، اور عمل نہ ہو رہا ہو۔ قرآن کے بغیر کوئی الہامی کتاب ایسی نہیں کہ جس کی کسی بات پر دنیا کے کسی گوشے میں عمل ہو رہا ہو، قرآن کی نسبت یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اسے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پڑھا۔ بعینہٖ آج بھی اسی لہجہ کے ساتھ اسے پڑھا جا رہا ہے اور بڑی کثرت کے ساتھ پڑھا جا رہا ہے۔ حروف، حلق، زبان اور تالو سے صادر شدہ منضبط آواز میں ہیں۔ آواز کی لہر فضا میں تموج پیدا کرتی ہے۔ اس کا ایک اثر ہوتا ہے۔ جو ”علم“ یہ سکھاتا ہے کہ کلماتِ قرآن کیوں کر ادا کیئے جائیں؟ الفاظ کس طرح زبان سے نکالے جائیں؟ قرآن پڑھتے ہوئے کس مقام پر قاری ٹھہر جائے؟ اس کا نام ہے ”علمِ تجوید“ جب قرآن کے علاوہ کسی اور الہامی کتاب کی نسبت یہ معلوم ہی نہیں کہ جس پر نازل ہوئی۔ جسے وہ کتاب ملی، اس نے اُسے کیسے پڑھا؟ اُس کی نسبت یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کہ اس کے الفاظ کس انداز سے ادا کرنے چاہئیں۔ الحمد للہ کہ ہمارے قراء و مجوّدین نے علمِ تجوید پر بڑی عمدہ کتابیں تحریر کی ہیں۔

زینت القراء قاری غلام رسول دامت فیوضہٗ نے بھی ”علمِ تجوید“ کے عنوان سے

ایک دلنشیں کتاب تحریر فرمائی ہے، قاری صاحب پاکستان کے مایۂ ناز قرآن خوان اور نعت خوان ہیں، شیریں بیاں خطیب ہیں۔ آپ ماشاءاللہ جوان ہیں۔ مگر بڑے، بوڑھے، نوجوان، بچے، طلباء و طالبات، خطباء و ائمہ مساجد آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ قرآن اخلاص، سوز، عقیدت اور فن قراءت کے مطابق پڑھتے ہیں۔ آپ کا حُسنِ قراءت پاکستان کی شہرت کا سرمایہ ہے۔ ریڈیو اور ٹیلیویژن سے جب آپ کی آواز بلند ہوتی ہے تو عوام و خواص ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں۔ آپ کا لہجہ غایت درجہ کا دلکش ہے۔ میں ہر پاکستانی سے عرض کروں گا، کہ جیسے وہ اپنے محبوب قاری کی آواز سُنتا، نعت سُنتا، تقریر سُنتا ہے۔ آپ کی دلپذیر تحریر ''علمِ تجوید'' کا بھی بہ ذوق مطالعہ کرے۔

مسلم

صدر ادارہ تبلیغ القرآن، لاہور

رسم کا بُت

مسلم قوم ایک مقروض قوم ہے۔ مسلمان دہقان۔ زمیندار مالکانِ خودکاشت۔ ملازمان دفاتر۔ تاجران۔ صناع اور مزدور۔ دیگر اقوام کے صرافوں۔ مہاجنوں، اور خداوندان کارخانہ جات کے مقروض ہیں۔ ان کا خود پیدا کردہ اثاثہ تو برائے نام ہے۔ البتہ ان کی جدّی جائدادیں زمینداریاں غیروں کے تصرف میں جا رہی ہیں۔ یہ دعویٰ ایسا ہے جو بدیہی شان رکھتا ہے۔ کسی نظری دلیل یا ثبوت کا محتاج نہیں۔ سرکاری کاغذات۔ عدالتوں کے فیصلے۔ دفتر رجسٹری کے ریکارڈ۔ اس پر شاہد ہیں۔ اٹھارویں صدی میں ان کا یہ حال تھا کہ صوبۂ بمبئی کے مشہور شہر سورت (بندرگاہ حجاج) کے ایک تاجر مسمی عبدالغفور نامی کا راس المال ایسٹ انڈیا کمپنی کے مساوی تھا۔ صرف ایک یہ اشارہ اس باب میں ایک ضخیم تصنیف کا حکم رکھتا ہے کہ سارے ہندوستان میں جہاں دوسری قوموں کے ان گنت بنک ہارے شارک النصاب

---

(۱) علم التجوید، از قاری غلام رسول۔ مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ۱۹۸۰ء

(جائنٹ اسٹاک بنکس) ہیں۔ وہاں حقیقی اعتبار سے مسلمانوں کا صرف ایک بنک ہے جس کا نام مسلم بنک ہے۔ مسلم بنک لمیٹڈ لاہور۔ سات کروڑ فرزندانِ توحید کے واحد "بیت المال" کو غیر مسلم جرائد ازراہِ طنز "بنکی" کہا کرتے ہیں، پنجاب جس کا دارالسلطنت اس بنک کا صدر مقام ہے۔ وہاں کے مسلمان ۱۹۱۹ء کے اعداد شمار کے رو سے ۷۵ کروڑ روپیہ قرضہ کے مقروض ہیں۔ حکومت کو قریباً سوا چار کروڑ روپیہ مالیانہ ادا کر رہے ہیں۔ اور ۱۳ کروڑ روپیہ کے لگ بھگ ہر سال مہاجنوں کے بہی کھاتوں میں ان کے نام بیاج کی مد یا سود کی پرت میں مندرج ہوتا ہے جتنے مہاجن کل ہندوستان میں آباد ہیں ان میں سے ۷۵ فیصدی پنجاب میں اقامت گزیں ہیں۔ ہزاروں زرگر (سنار) ان کے علاوہ ہیں۔ پنجاب کے سابق رجسٹرار انجمن ہائے امداد باہمی پنجاب و حال فائنشل کمشنر مسٹر ایچ لیکورٹ کی تحقیقات کے مطابق سود خوار بنئے کی آمدنی کسی کامیاب بیرسٹر سے کم نہیں یاد رہے کہ یہ ۷۵ کروڑ قرض کا اندازہ ۱۹۱۹ء کے اعداد شمار کی رو سے ہے۔ آج یہ قرضہ ۹۵ کروڑ سے کم نہیں۔ اور زمینداران پر جو تقریباً سارے کے سارے مسلمان ہیں ایسی افتاد آن پڑی ہے کہ فی ایکڑ زمین گندم اور روئی کی کاشت کا جتنا خرچ ان کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس کے مقابلے میں قیمت بہت ہی کم ہے۔ اجناس کا نرخ گر رہا ہے جس کا دوسرے الفاظ میں مفہوم یہ ہے کہ مسلمان گر رہے ہیں بہاؤ کی کمی ہے۔

مصارفان اجناس (کنزیومرز) کو فائدہ ہے لیکن پیداکنندگان اجناس (پروڈیوسرز) تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ مسلمان مال پیدا کرتا ہے۔ مزدور ہے کاشتکار ہے۔ اس لئے نرخوں کی کمی کے باعث تباہ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کی بدقسمتی اور نامرادی یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ضلع میانوالی کی تحصیل بھکر کے بعض مقروضان بیاج ادا نہ کر سکنے کے باعث بیویاں تک گروی، رکھنے پر مجبور ہو گئے۔ حال ہی میں بنگال کے ایک قلاش مسلم نے ایک بکری کے عوض اپنی پیاری بچی فروخت کی ہے۔ ایک قیدی پر ایک ماہ میں ۱۳ روپے صرف ہوتے ہیں۔ لیکن مسلمان مزارع کی آمدنی ۶ روپے ماہوار سے بھی کم ہے۔ پانچ افراد پر مشتمل خاندان کا کفیل

مسلمان بافندہ دس آنے روز اجرت پاتا ہے۔ سال میں تین ماہ بیکار رہتا ہے۔ مسلمان دہقان ۳۶۵ ایام میں سے ۱۵۰ ایام بیکاری میں گزارتا ہے۔ یہ اس لئے نہیں کہ مسلمان کام چور یا کم کوش ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسٹر ایل۔ ایم ڈارلنگ رجسٹرار انجمن ہائے امداد باہمی پنجاب کے قول کے مطابق پنجاب کا کاشتکار محنتی جفاکش ہونے کے لحاظ سے اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ پنجاب کی سرزمین بھی دو فصلی ہے۔ بایں ہمہ جب مسلمان دہقان کی قرقیاں ہوتی ہیں تو ان میں سے اکثروں کی جھونپڑیوں سے سونے کا زیور تو بجائے خود رہا۔ چاندی کا زیور یا من بھر آٹا بھی نہیں نکلتا۔

مفلسی کا سبب

مسلمانوں کی مفلسی کے اسباب متعدد ہیں۔ ان میں سے ایک بہت بڑا سبب رسم کی پوجا بھی ہے۔ اسلام اور رسم دو ضدیں ہیں ان کا اجتماع محال ہے۔ اسلام دین و دنیا کی دولت کا کفیل وضامن ہے۔ لیکن فضول رسموں کی پوجا کفر ہے۔ لعنت ہے۔ جس کا نتیجہ اس جہاں میں ذلت اور اگلے جہان میں عذاب الیم ہے۔ آقائے اسلام کا ارشاد ہے:

''کادالفقران یکون کفراً'' اے مسلمانو ایسا نہ ہو کہ افلاس تمہیں کافر بنا دے۔

آج شدھی کی رپورٹیں تمہیں دکھا اور بتا سکتی ہیں کہ کتنے ابنائے ملت ایسے تھے جو لالچ کے مارے زُنار پوش ہو گئے کتنے ایسے تھے جنہوں نے اس وعدے پر کہ اگر شدھ ہو جائیں گے تو ان کا قرضہ معاف کر دیا جائے گا، دین فطرت کی نعمت سے محروم ہو گئے آج بیشمار نفوس ایسے ہیں جو مسلمان کی ناداری اور مقروضیت کو مدنظر رکھ کر اس سے نفرت کر رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کا افلاس تبلیغ اسلام کی راہ میں سدِ سکندری ثابت ہو رہا ہے۔ ایک مسلمان کی پیدائش سے لے کر اس کی موت تک کے واقعات کا جائزہ لو، معلوم ہو جائے گا کہ ان میں رسم کا حصہ کتنا زیادہ اور اسلام کا اثر کتنا کم ہے؟ بچہ ابھی شکم میں ہی ہوتا ہے کہ مسلمان اس کے بیسیوں شگن مناتے ہیں۔ ہر ماہ کی رسم الگ ہے اور ہر رسم اچھے خاصے خرچ کی طالب ہے بچہ

کے پیدا ہونے کے دن روپیہ چاہیے اور بہت روپیہ چاہیے۔ باپ کو اپنی بہنوں اور دیگر رشتہ داروں کی خدمت میں ہدایا پیش کرنے ہوتے ہیں۔ بہو کی اماں اور اس کے باپ کو فکر دامنگیر ہوتی ہے کہ معقول رقم ”لاگیوں“ (خادموں، ملازموں) کو عطا نہ کی تو ناک کٹ جائے گی۔

اور اگر دل کھول کر دیا تو دھاک بیٹھ جائے گی۔ رسم کا فتویٰ یہ ہے کہ حاملہ عورت کا پہلا بچہ ضرور میکے میں جننا ہوگا۔ کئی مظلوم خواتین اس رسم کے ہاتھوں لقمۂ اجل بن گئیں لیکن بت شکن آباد و اجداد کی اولاد نے رسم کے بت کی پوجا نہ چھوڑی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی جانیں مفت میں ضائع ہو گئیں۔ بچہ ابھی دس دن کا بھی نہیں ہوتا کہ اس کی کسی رشتے دار کی ہم عمر بچی سے نسبت ٹھرائی جاتی ہے۔ نام رکھنے کی دعوت ہے۔ ختنہ کی دعوت ہے۔ نسبت کی دعوت ہے۔ بال مونڈنے کی دعوت ہے۔ غرض یہ ہے کہ ہر قسم کی بیہودگی اور اسراف روا رکھا جاتا ہے۔ شادی کے سلسلے میں نسبت ہے۔ تاریخ کا تعین ہے۔ تیل ہے۔ مہندی ہے۔ ساچق ہے۔ سہرا ہے۔ ہر ایک موقعہ پر پلاؤ۔ بریانی، تنجن کے بغیر گزارا نہیں۔ خیر زندگی تک تو بیہودگیاں قائم رہتیں تو بھی کچھ گذارا ہو سکتا تھا لیکن حالت یہ ہے کہ:

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے   مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

رسمیں مر کر بھی پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ قبر میں نامہ اعمال کے ساتھ جاتی ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ فضول خرچ شیطاں کے بھائی ہیں“ برادری کہتی ہے کہ جو شاہ خرچ ہو سب سے عزت والا اور اونچی ناک والا بھائی ہے“ خدا فرماتا ہے کہ ”اُسے مسرفوں سے محبت نہیں“ مسلمان کہتے ہیں کیا ہی اچھے ہیں وہ لوگ جو مال بے دریغ لٹاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”جو دکھاوے کی نماز پڑھے وہ مشرک ہے“ رسم کے پجاری کہتے ہیں ”جو بَری آتشبازی اور گیسوں کی روشنی میں نہ لائے اس کا حقہ پانی بند کرنا چاہیے۔ آقائے اسلام کا ارشاد ہے: ”ریا کار نکو کار نہیں“ کرتوتوں کے عاشق کہتے ہیں ”نکو کار وہی ہے جو ریا کار ہے“ کملی والے کا حکم ہے کہ: ”خیرات چھپا کر دو“ قوم کہتی ہے: ”جہیز دکھا کر دو“ مختصر یہ کہ مسلمان

آج رسم کی پوجا میں آذر بن رہے ہیں، اور ابراہیم علیہ السلام کے دین سے بیزار ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مفلسی اور ذلت ان کے شامل حال ہو رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ مسلمان توحید کے خزانوں سے رسم کے بت کو پاش پاش کریں۔ محمود بنیں اور سومنات کی پرستش سے باز رہیں۔ کیونکہ غیر مسلم ان کی انہی جاہلانہ مسرفانہ اور کافرانہ کارروائیوں کے باعث انہیں غیر مسلم تصور کر رہے ہیں۔

پھلوں کی مثالیں

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار درہم اسلام پر صرف کئے لیکن وصال سے قبل وصیت کی کہ مجھے میرے کوٹ میں دفنا دینا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی کہ وہ تو بالکل پرانا اور پھٹا ہوا ہے۔ فرمایا نئے لباس کی زندوں کو ضرورت ہے نہ کہ مردوں کو۔

(۲) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے ہزارہا درہم سالانہ وظائف مقرر کئے لیکن نہ اپنی شادی پر کچھ خرچ کیا نہ بچوں کی شادی پر۔

(۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک کے لئے ساڑھے نوسو اونٹ ۵۰ گھوڑے اور ایک ہزار دینار عطا فرمائے ایک کنواں (بیر مدوحہ) ۳۵ ہزار درہم میں خرید کر برادران اسلام کے لئے وقف فرما دیا۔ مسجد نبوی میں اضافہ کے لئے ۳۵ ہزار درہم صرف کر کے ایک قطعۂ اراضی خرید کر وقف کر دیا۔ فوت ہوئے تو ان کے خزانچی کے ہاں ۳ کروڑ پانچ درہم اور ایک لاکھ دینار تھے، لیکن جب ولیمہ کے لئے دو اونٹ ذبح کرنے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اجازت نہ دی اور فرمایا: تم دو اونٹ کھلاؤ گے تو برادری والے چوری کر کے اونٹ لائیں گے اور ذبح کر کے کھلائیں گے۔

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار درہم بطور چندہ مرحمت فرمائے لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کے وقت معمولی ولیمہ کیا۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاتعداد درہم خیرات کئے آپ سے بڑھ کر یتیموں کا کفیل بیواؤں کا دستگیر کوئی نہیں ہوا۔ لیکن کسی ولیمہ پر ستو پیش کئے اور کسی پر دوستوں سے کہا، گھر میں جو پکا ہے لے آؤ مل کر کھائیں گے۔ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو جہیز دیا وہ تمہیں، معلوم ہی ہے۔

مختصر یہ ہے کہ ہمارے ہادیوں نے اپنا سب کچھ اسلام پر صرف کیا۔ ہم رسم پر مٹ رہے ہیں۔ انہوں نے رسمیں مٹائیں، ہم اسلام فنا کر رہے ہیں:

؏ ببین تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا [۱]

● روزے

اسلام، شارع علیہ السلام کے الفاظ میں کلمہ طیبہ۔ نماز۔ روزے۔ حج اور زکوٰۃ پر مبنی ہے۔ صوم وصلوٰۃ۔ حج۔ زکوٰۃ وہ عظیم الشان ستون ہیں۔ جن پر اسلام کی مستحکم اور دائم البقا عمارت قائم ہے۔ جہاد اس منزل توحید کا پاسبان اور محافظ ہے۔ آج ہم روزے کے متعلق دین فطرت کا نقطہ نگاہ پیش کرتے ہیں۔

مُدّعائے صوم

قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

يَـآ اَيُّهَـا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ. كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (سورۃ البقرۃ)

تشریحی ترجمہ:۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ ہم نے تم پر روزے فرض کر دیئے ہیں اسی طرح فرض کئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلوں پر فرض کئے تھے۔ اس سے مقصود ہے کہ تم اعلیٰ درجہ کے نیکوکار بن جاؤ۔

ان سطور سے صاف واضح ہے کہ روزوں کا مدعا مسلمانوں کے کردار کو اونچا اور برتر بنانا ہے۔ صوم۔ سیرت کو سدھارنے کا ایک کامیاب نسخہ ہے۔ پہلوں نے بھی اسے استعمال کر

---

(۱) ماہنامہ تبلیغ انبالہ شہر، دسمبر ۱۹۳۰ء جلد ۴ نمبر ۱۶، رقم زدہ مسلم بی اے لاہوری ص ۱۰ تا ص ۱۴

کے برکات حاصل کی ہیں۔ آگے بھی جو ان پر عمل پیرا ہوگا۔ پھل پائے گا۔

''**صوم**'' عربی زبان میں لفظ صوم کے معنی روکنے کے ہیں۔ شریعت کی بولی میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ صبح گجردم سے لے کر شام تک کھانے پینے اور مباشرت سے پرہیز کیا جائے۔ لغت اور شریعت کے معانی کو مدنظر رکھتے ہوئے مطلب یہ نکلا کہ روزہ انسان کو الہامی و ربانی ضابطہ کا پابند بنا کر بری باتوں اور لغو حرکتوں سے روکتا ہے۔ گویا لفظ ''صوم'' خود بزبان حال پکار رہا ہے کہ اس کا فلسفہ یہ ہے۔

''**تقویٰ**'' کا مطلب یہ ہے کہ اچھی اور مفید باتوں کو اختیار کیا جائے اور غیر مفید اور بری باتوں سے کنی کاٹی جائے متقی وہ ہے جو اچھے کام کرتا ہے۔ اچھی باتوں کی ہدایت کرتا۔ بری باتوں سے پرہیز کرتا اور دوسروں کو بدی سے روکتا ہے۔ گویا متقی کی شان یہ ہے کہ اس کا وجود نیکی کا سورج بن جائے۔ خود منبع نور ہو اور دوسروں کو اپنے نور سے منور کرتا ہو۔ ان دونوں الفاظ کی سیدھی سادھی توضیح سے عیاں ہو گیا ہے کہ قرآن کریم کی رو سے روزے کی غرض و غایت کیا ہے۔

تاریخ صوم

روزہ مدینہ منورہ دو ہجری میں فرض ہوا۔ مخالف و موافق مسلم و غیر مسلم۔ مؤرخین اس پر شاہد ہیں کہ مکہ مکرمہ میں توحید والوں نے پورے تیرہ سال کس تکلیف سے کاٹے۔ ان دنوں مسلمان فاقہ کش تھے۔ اونچی آواز سے قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے۔ ظہر اور عصر میں امام کی قرأت نہ پڑھنا۔ اسی بے بسی اور مظلومی کی یادگار ہے۔ مکہ مکرمہ میں بت پرستوں کا راج تھا۔ ٹھاکروں کے پجاریوں کی حکومت تھی۔ اللہ تعالیٰ عزوجل کا لفظ زبان سے نکالنا جرم اور اُعلُ ہُبل (ہبل کی جے) کا نعرہ عرب کا قومی نعرہ تھا۔ اسلام کی مسکینی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ مظلومی کا اس سے فروتر درجہ کوئی اور نہ تھا۔ روزہ اگر اُس وقت فرض ہو جاتا۔ تو کہنا پڑتا کہ جو لوگ دامن ہی نہیں رکھتے ان کو کہنا کہ کانٹوں سے دامن بچا کر گزرنا چاہیے۔ اپنے اندر کوئی

متانت یا خوبی نہیں رکھتا۔ روزہ دار شب کو تو کھا سکتا ہے۔ سحری کو تو اسے اپنا پیٹ بھرنے ک
اجازت ہے۔ لیکن مکہ مکرمہ میں تو بچے بھی کھجوروں کی گٹھلیوں تک کو ترستے تھے۔ ان دنو
مسلمانوں کی قسمت میں، قدسیوں کی تقدیر میں کفر کے طعنے سہنے، شرک کی برچھیوں سے جگر زخمی
کرانے اور غم کا گھونٹ پینے اور غم کھانے کے سوا اور کیا تھا۔ اس وقت مسلمان کی زندگی عملی لحاظ
سے ۲۳ گھنٹے نیم فاقہ کی حالت میں گزرتی تھی۔ اس لئے روزہ مکی نہیں، ہے بلکہ مدنی ہے۔
مدینہ منورہ میں حالت دگرگوں ہوگئی تھی۔ مدینہ میں اطمینان تھا۔ غیر کے تسلط کا خوف نہ تھا۔
فتوحات کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ اسلام کا علم بلند ہو رہا تھا۔ کفر بدر میں اپنے مدمقابل ک
طاقت آزما چکا تھا۔ اب ٹھنڈا پانی بھی میسر تھا، عمدہ کھانے بھی میسر تھے۔ دلوں میں نئے
ولولے تھے نعمتوں کے انبار لگنے شروع ہوگئے تھے۔ نئے نئے دشمنوں سے دوچار ہونا تھا۔ کفر
کی سرکوبی پیش نظر تھی۔ اس وقت دو باتوں کی اشد ضرورت تھی۔ ایک یہ کہ دنیا کو دکھلا دیا جائے
کہ مسلمان لذائذ دنیاوی کا غلام نہیں۔ خوبصورت کنیزوں کا چاہنے والا نہیں۔ شراب و کباب کا
دلدادہ نہیں۔ بلکہ صرف اللہ کا عاشق ہے۔ توحید کا چاہنے والا ہے۔ اس کا مدعا حق کی اشاعت
ہے دگر ہیچ، لہذا جب نعمتیں نصیب تھیں تو کہا گیا کہ اُن سے رُک جاؤ۔ میٹھے اور ٹھنڈے پانی کی
کثرت تھی ہدایت کی گئی کہ اسے زندگی کا نصب العین نہ ٹھہراؤ جب کہیں پیو انداز سے پیو۔
جب کہیں رُک جاؤ تو رُک جاؤ۔ تاکہ اس نیلی چھت کی رہنے والی قوم تمہارے احوال وظروف
سے آگاہ ہوکر مان جائے تسلیم کرلے کہ تم دولتوں کو حاصل کرنے کے باوجود اس کی پرستش
کرنے والے نہیں۔ دوسری بات یہ تھی کہ مسلمانوں کو مکہ کے کفر اور شرک سے اپنی شوکت کا لوہا
منوانا تھا۔ کعبہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کرنا تھا۔ عرب کو اصنام سے قیامت تک کیلئے محفوظ
بنانا تھا۔ ہرقل کی ریشہ دوانیوں کا قلع قمع کرنا تھا۔ تثلیث کو شکست دینا تھا۔ صلیب کے اقتدار کو
پارا پارا کرنا تھا۔ ایران میں پہنچ کر مجوسیوں کی بھٹیوں کو وضو کے چھینٹوں سے بجھانا تھا۔
یہودیوں کی کفر دوستی کا تار و پود بکھیر کر رکھنا تھا۔ اس لئے لازمی تھا کہ جو چند سو انسان آئندہ چل

کر انسانیت کی دنیا میں مذاہب کی دنیا میں ایک حیرت انگیز اور بہترین و موزوں ترین انقلاب پیدا کرنے کو تھے ان کو انتہا درجہ کا ضابطہ پسند بنایا جاتا۔ انہیں اس امر کا خوگر بنایا جاتا کہ عین حالت جنگ میں بھی نماز ترک نہ کریں۔ اسلئے کہ جنگ اضطراری فریضہ ہے اور نماز مقصد اعلیٰ کا حکم رکھتی ہے۔ ضروری تھا کہ انہیں ایسا وفادار اور عقیدت گزار بنا دیا جائے کہ اگر انہیں حکم ملے کہ تمہیں صبح سے شام تک کچھ کھانا پینا نہ ہوگا۔ تو ایک قطرے کو بھی حرام جانیں۔ ایک ریزے تک کے روادار نہ ہوں۔ پس جو گروہ اس قدر ضابطہ پسند ہو جائے اسے کوئی نیچا نہیں دکھا سکتا۔ اسے حرص و آز اپنا غلام نہیں بنا سکتے۔ وہ صحیح اور سچے معنوں میں آزاد ہے۔ اس لئے کہ پابند آئین الٰہی ہے: ؎

دہر میں عیشِ دوام آئین کی پابندی سے ہے
موج کو آزادیاں سامانِ شیون ہوگئیں

اثراتِ صوم

کھانا کھانا ایک جائز فعل ہے۔ لیکن چغلی کھانا اپنی ذات میں ایک بُرا فعل ہے۔ پانی پینا مباح ہے لیکن خون پینا حرام ہے۔ اپنی بیوی سے مباشرت جائز ہے لیکن غیر عورت کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنا پرلے درجے کی معصیت ہے۔ غور کرو جو قوم اللہ کے حکم کی پابند ہو کر ایک مہینہ بھر اس شان سے گزارے کہ صبح سے شام تک کھانے پینے اور مباشرت ایسے حلال، مباح اور جائز امور تک سے اجتناب کی خوگر ہو جائے اس کے لئے چغلی کھانے حرام کھانے، شراب پینے اور دیگر گناہگاریوں سے بچ جانا کون سا مشکل کام ہے۔ آؤ اس حقیقت کو اسلام کی زبان سے سُنیں: ؎

کہاں سے لائے گا قاصد دہن میرا زباں میری
یہی بہتر ہے خود مجھ سے وہ سُن لیں داستاں میری

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ۔ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ" فِیْ اَنْ یَدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ۔ (کتاب الصیام بخاری)

تشریحی ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے روزہ رکھ کر مکر وفریب نہیں چھوڑا۔ جھوٹ اور لغو باتوں سے پرہیز نہیں کیا۔ اللہ کو کوئی حاجت نہیں کہ اس کے کھانے پینے کو چھڑا دے۔

ان الفاظ مبارکہ پر غور کرو کس نفیس انداز سے روزے کی حقیقت کو الم نشرح کیا گیا ہے۔ خدا نے دنیا کی نعمتیں اس لئے پیدا کی ہیں کہ انسان انہیں کھائے۔ سلیقہ سے کھائے۔ پھر اسے کیا ضرورت ہے کہ انسان کو کھانے پینے سے روکے۔ رمضان میں روکا تو اس لئے تھا کہ تم میں یہ عادت پیدا ہو جائے کہ ترکِ مباحات پر قادر ہو کر حرام سے بچنے کا تم میں ملکۂ راسخہ پیدا ہو جائے۔ اگر تم نے مقصود بالذات کی طرف توجہ نہیں کی۔ غایت کو ٹھکرا دیا تو پھر صرف کھانے پینے سے رک جانے سے کیا اثرات پیدا ہو سکتے ہیں؟۔

محض فاقہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

كَمْ مِنْ صَائِمٍ۔ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صَوْمِہٖ۔ اِلَّا الْجُوْعُ وَالْعَطَشُ۔

(نسائی وابن ماجہ)

تشریحی ترجمہ:۔ کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں کہ انہیں ان کے روزے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ سوا اس کہ وہ بھوکے اور پیاسے رہے ہوں۔

معلوم ہوا کہ کھانے سے رُکنا۔ مباشرت سے باز رہنا۔ پانی پینے سے رُکنا۔ ”کل روزہ“ نہیں ہے بلکہ یہ ترکِ اکلِ وشرب ومباشرت روزے کے اجزا ہیں۔ اگر ان کے ساتھ جھوٹ۔ فریب۔ اور لغویت سے اجتناب کیا گیا ہے تو روزہ پورا ہے ورنہ نہیں۔ پورا روزہ یہی ہے کہ کھانے پینے اور مباشرت کے ساتھ ہر بدی سے بھی پرہیز کیا جائے۔ مِنْ صَوْمِہٖ (روزے سے) کے الفاظ قابل غور ہیں۔ یہ ارشادات صرف بطور مشتے از خروارے پیش کئے ہیں۔ ورنہ اس باب میں آپ کے ارشادات بے شمار ہیں۔

پُرخوری۔ کم خوری

اسلام نہ پُرخوری کی تعلیم دیتا ہے، نہ کم خوری کی بطن پروری ہم بھی کرتے ہیں اور حیوان بھی۔ ہم کھانا پکا کر بنا سنوار کر کھاتے ہیں۔ حیوان پکانا نہیں جانتے۔ حیوانات کی صحت اور جسمانی طاقت ہم سے بہتر ہے لیکن ان کی ہستی ہم سے فروتر ہے۔ حیوان حیا شرم ایسے اخلاق سے عاری ہے۔ حیوان مباشرت میں مطلقاً آزاد ہے۔ ہم پابند ہیں یہی پابندی ہمارے شرف کا باعث ہے۔ تہذیب بجز مستحسن پابندیوں کے اور کیا ہے۔ اسی لئے اسلام نے حرام حلال پر زور دیا ہے۔ یہ سب کہتے ہیں کہ ہمیں کھانے پینے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے لیکن محض کہنا کس کام کا۔ لطف تو یہ ہے کہ نظام خورد نوش ایسا بنا دیا جائے کہ انسان کھانے پینے کا غلام نہ رہے۔ آج اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب میں محض باتیں ہی باتیں ہیں اور ان میں سے بھی اکثر کسی کام کی نہیں۔ اسلام نے روزہ، کی تعلیم دے کر انسان کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ اپنے معدہ۔ اپنی اشتہا کو قابو میں رکھ سکے۔ لذت کی سلطنت قبول نہ کرے بلکہ لذائذ پر حکومت کرے، ویسے بھی طبی اعتبار سے دیکھا جائے تو کھانے پینے میں حد توسط سے گزر کر افراط وتفریط پر ظاہر ہونا ایک مضر حرکت ہے۔

حضور فرماتے ہیں: ”اَلْبِطْنَۃُ رَأْسُ کُلِّ دَاءٍ۔“ پُرخوری پیٹ بھر کر کھانا تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ ”کُلُوْا فِیْ بَعْضِ بَطْنِکُمْ تَصِحُّوْا۔“ اتنا کھاؤ کہ تمہارے پیٹ کا

کچھ حصہ بھرے اور کچھ خالی بھی رہے۔ اس میں تمہاری صحت ہے۔ ان احادیث کا ترجمہ سعدی علیہ الرحمہ نے یوں فرمایا ہے:

نہ چنداں بخور کز دہانت برآید　　　نہ چنداں کہ از ضعف جانت برآید[1]

دیباچہ مقروض قوم

محاربۂ یورپ میں از بہا روپیہ انسانوں کے خون بہانے میں صرف ہوگیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ملک کی اقتصادی خالت از بس زبوں ہوگئی۔ اور ہر قوم کو آب و دانہ کی فکر لاحق ہوگئی۔ یورپ کی ہر سلطنت نے ایسا لائحہ عمل تجویز کیا کہ جس کے ذریعے اسے دوسروں سے کوئی سامان منگانے کی حاجت نہ رہے۔ مختصر یہ کہ ہر اقلیم بے نیاز از غیر ہو جانے کے پروگرام پر عمل پیرا ہوئی۔ ہندوستان بھی جنگ میں شامل تھا۔ نزلہ بر عضو ضعیف مے ریزد کے مصداق ضروری تھا کہ اسکی اقتصادی زبوں حالی بد سے بدتر ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کاروبار پر اوس پڑ گئی۔ بیکاری عام ہوگئی۔ فاقہ و افلاس کی گود میں پلے ہوئے ہندی بیش از پیش مفلوک الحال اور پامال ہوگئے۔ اس سرزمین میں مسلمان بھی آباد ہیں۔ جب ملک مالی مصائب و نوائب میں مبتلا ہو۔ تو مزدور، صنعت پیشہ اور مزارعین ہی کا خرمن وہ مسکن ہے جو برق ہائے آلام و آفات کیلئے امن کا کام دے سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کساد بازاری نے بار دیگر اس حقیقت کا اظہار کیا کہ:

برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

ادھر مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ بقول ترجمان اسلام علامہ محمد اقبال:

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

لیکن زمانہ جسے بہترین[2] معلم کہا گیا ہے۔ اس نے اس نیند کی ماری ملت کو بھی جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر بیدار کیا۔ اس نے بھی بادلِ نخواستہ ہی سہی۔ کروٹ بدلی اسے بھی اپنی ہستی کے تحفظ

---

(۱) ماہ نامہ تبلیغ انبالہ شہر دسمبر ۱۹۳۰ء جلد ۴ نمبر ۱۶، ص ۲ تا ص ۶

(۲) ماہنامہ صوفی، پنڈی بہاؤ الدین (پنجاب) اکتوبر ۱۹۲۵ء، ص ۴۳ .

کا کسی قدر خیال آیا۔ اسے بھی قدرت نے دیرینہ جمود دور کرنے پر مجبور کیا۔ سورج کی تیز شعاعوں نے اس جماعت کو بھی آنکھیں کھولنے پر مائل کیا۔ جو اپنے بختِ خفتہ کی مانند محوِ خواب تھی۔ دوسری طرف حکومت کیلئے بھی بجز اس کے کوئی چارۂ کار نہ رہا۔ کہ زراعت پیشہ طبقات کے بقائے حیات کیلئے کوئی تدبیر سوچے۔ ان کی روز افزوں مقروضیت کی طرف متوجہ ہو۔ ان کی کسی قدر تو اشک شوئی کرے۔ اس غرض کو بروئے کار لانے کیلئے مختلف صوبوں میں مجلس ہائے تحقیقات مقروضیتِ مزارعین وتحقیقات بنک ہائے ہندوپنجاب وتفتیش احوال عمال (مزدور) وغیرہ ناموں سے متعدد بورڈ قیام پذیر ہوئے۔ انہوں نے اپنی رپورٹوں میں مزارعین کی بے بسی۔ مزدوروں کی بیکسی۔ اور کاریگروں کی بیچارگی کا مرقع حکومت کے سامنے پیش کر دیا۔ ارباب حل وعقد ان سے اثر پذیر ہوئے۔ چنانچہ ہندوستان کی تمام کونسلوں میں مقروضین کی اعانت کے لئے قوانین منظور کئے گئے۔ پنجاب میں بھی ''اعانتِ مقروضین پنجاب'' یا قانون قرضہ پاس اور رائج ہو گیا۔ یہ قوانین صرف مقروضوں کے حق میں ہی مفید نہیں بلکہ قارضین کیلئے بھی کارآمد ہیں۔ کاشتکار مقروض ہیں۔ اور ساہوکار قارض ہیں۔ مقروضوں کے ذمے بعض قرضہ جات ایسے بھی ہیں۔ جن کا ادا کرنا انکے بس کی بات نہیں۔ قارضان سے یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ سارے کے سارے قرضے معاف کر دیں۔ اس لئے دونوں کا مفاد اسی میں ہے کہ کامل نیک نیتی کے ساتھ حالات کا قرار واقعی جائزہ لیتے ہوئے مفاہمت باہمی پر پہنچنے کی سعی کریں۔ اس غرض کیلئے حکومت نے پنچائیتوں یعنی مصالحتی بورڈوں کے قیام کو منظور کیا ہے۔ بعض اضلاع پنجاب میں بورڈ کام بھی کر رہے ہیں۔ اور انہیں فائز المرامی ہو رہی ہے۔

اپنی مدد آپ کرو

یہ جو کچھ ہو رہا ہے، یا حکومت جو کچھ کر رہی ہے یا کرے گی۔ بجائے خود مبارک

---

(۱) الدہر افصح المؤدبین۔

جدوجہد ہے۔ لیکن کوئی قوم جب تک اپنی اصلاح خود نہ کرے۔ کوئی بیرونی تدبیر اسکی مشکلات کا مؤثر حل نہیں پیدا کر سکتی۔ جیسے آثار مرض کا علاج حقیقۃً مرض کا علاج نہیں ہے۔ ایسے ہی بیرونی تدبیر مصیبت کو قلیل عرصہ کیلئے بے اثر تو بنا سکتی ہے۔ لیکن مرض کا کلی مداوا اندرونی اصلاح کا محتاج ہے۔ الحمدللہ کہ مسلمان ایک حد تک اپنی مدد آپ کرنے کی راہ پر گامزن ہونے پر آمادہ ہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حکومت کے قوانین مقروضیت کی بیماری کا شافی و کافی علاج ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ حکومت نے اس حقیقت کا احساس ضرور کر لیا ہے کہ مقروضیت کے ازالہ کیلئے قوانین کی بھی ضرورت ہے۔ یہ احساس بھی اپنی ذات میں مبارک ہے۔ اسلئے کہ:

مجھ کو وہ میرے نام سے پہچان تو گیا

مسئلہ تو سامنے آ گیا۔ مشکل کی تشخیص تو ہو گئی۔ حل سوچنے کی طرف توجہ تو منعطف ہو گئی۔ مسلمانوں میں اصلاح کیلئے جو ہلکا سا ولولہ عمل موجزن ہے۔ اسے کافی نہیں خیال کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ مسلمان جوش کا پیکر ہے۔ جذبات کا مجسمہ ہے۔ ہمارے لیڈر ہیجان آفرینی میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ لیکن بصد رنج و اندوہ و تاسف کہنا پڑتا ہے کہ ٹھنڈے ٹھوس اور عملی پروگرام کی طرف ہماری قوم بے حد کم توجہ کرتی ہے۔ اور رہنماؤں کے مفاد بھی اسی سے وابستہ ہیں۔ کہ مسلمان صرف تصویر کے ایک رُخ کو دیکھنے کا خوگر رہا ہے۔ اس میں بھڑک اٹھنے کا مادہ بڑھتا رہے۔ لیکن سوچنے اور سمجھنے کی عادت سے وہ بے نیاز رہے۔ آپ دیکھ لیں کہ تنظیم کی تحریک کا غلغلہ کس قدر ہنگامہ آرائی کے ساتھ بلند ہوا۔ اس کے علمبردار بھی وہی بزرگ تھے۔ جن کی ایک ایک تقریر فرزندانِ توحید کو قید و زنجیر قبول کرنے پر آمادہ کر چکی تھی۔ لیکن جب انہی اکابر نے قوم کے سامنے ٹھوس لائحہ عمل پیش کرنے کی جسارت فرمائی۔ تو یہ پروگرام اتنی بُری طرح ناکام رہا۔ کہ آج لیڈروں کی زبانوں پر تو کیا ذہن کے کسی خانے میں اسکا دھندلا سا نقش بھی باقی نہیں۔ اس سرد مہری پر خود رہبروں نے بھی ماتم کیا۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے ایسے مقتول کی میت پر آنسو بہائے جو ان کا اپنا کشتۂ ناز تھا۔ تاہم وقت بُری بلا ہے۔ اسکی گرفت

سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ آخر کار اس کی ٹھوکر سے ملت اسلامیہ کی آنکھ بھی کھلی۔ اس وقت ساری کائنات میں اقتصادی اصلاح، مالی ترقی کا زوروشور ہے۔ مسلمان بھی اقتصادی ترقی کی اہمیت سے آگاہ ہورہے ہیں۔ اس شیر پر بھی اپنی حقیقت نمایاں ہورہی ہے۔ یہ دوسروں کے عشق میں سرشار و بیخود قوم بھی اپنے حُسن کو اپنے آئینہ میں دیکھنے کی طرف مائل ہوئی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس روش، طبیعت میں انقلاب اور اس ذہنی تبدیلی سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ لوہا گرم ہے۔ اور اس کی حدت کو برقرار رکھنے کے قدرت کی طرف سے سامان پیدا ہورہے ہیں۔ لہذا اس وقت ٹھوس اور مؤثر ضرب قوم کو نئے سانچے میں ڈھال سکتی ہے۔

مقدور بھر سعی

متذکرہ حالات کا میں چشم دید شاہد ہوں۔ میں نے اپنی ان خاطی وعاصی نگاہوں سے زیر بحث بیداری وخودداری کی نشانیاں ملاحظہ کی ہیں۔ پنجاب کا کوئی ایسا شہر نہیں۔ جہاں مجھے جانے کا اتفاق نہ ہوا ہو۔ میں پانچ دریاؤں کی اس نگری کے اکثر دیہات میں بھی گیا ہوں۔ میں نے علماء ورؤسا وامراوزعماء کے علاوہ انجمنوں کے عہدہ داران و بہی خواہان قوم سے تبادلہ خیالات کیا ہے۔ میں نے قوم کی نبض کو ٹٹولا ہے۔ اگر معاملہ نظری حیثیت کا ہوتا تو اس کیلئے کسی عمیق النظر مبصر کی ضرورت تھی۔ لیکن حقائق اتنے واضح۔ کوائف اتنے بدیہی ہیں۔ کہ میرے جیسا عامی بھی انہیں خوب سمجھ سکتا ہے۔ میرا تجربہ یہی ہے کہ مسلم قوم کا ہر ایک طبقہ اقتصادی اصلاح میں کوشاں ہے۔ ان پر عیاں ہوگیا ہے کہ مسلم قوم کی پستی کا باعث اس کی اقتصادی درماندگی ہے۔ لہذا اس کا علاج ضروری ہے۔ لازمی ہے کہ ایسی تدابیر اختیار کی جائیں۔ کہ ہماری بدحالی فارغ البالی میں تبدیل ہوجائے۔

میں نے اس ضمن میں دیکھا کہ مسلمان بری طرح سے ''دنیا۔ تقدیر۔ صبر۔ توکل'' وغیرہ حقائق شرعی کے باب میں غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ ان کا دل حجازی اسلام کا گرویدہ تو ضرور ہے لیکن عمل وفعل کے وقت اس کا تصور ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوجاتا ہے۔ قوم کاروبار میں

بہتری کی خواہشمند ہے۔ تجارت کی طرف راغب ہے۔ غیروں کی رعونت پسندیوں نے انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے پر مجبور کردیا ہے۔ لیکن اس کی راہ میں چند مشکلات حائل ہیں۔ انہیں زیر بحث لانا ضروری ہے۔ اکابر ملت کے سامنے انہیں پیش کرنا لابدی ہے۔ اس لئے میں نے مقدور بھر سعی سے کام لیتے ہوئے کتاب ''**مقروض قوم**'' تصنیف کی ہے۔ شدھی کے زمانے میں ''اچھوت اقوام'' کی ضروریات بھی مسلمانوں کے علم میں آئیں۔ ان پر عیاں ہوا ہے کہ اسلامی مساوات مقہور اچھوت کے حق میں آب حیات کا حکم رکھتی ہے۔ میں نے ''**اسلام اور مساوات**'' کے نام سے ایک کتاب تحریر کی۔ میری یہ ناچیز کوشش میری امیدوں سے بڑھ کر کامیاب ثابت ہوئی۔ مبلغین نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اس کے مضامین سے اقوام اچھوت کو آگاہ کیا۔ زاں بعد میں نے مسئلہ ختم نبوت کے خصوص میں احمدی حضرات کے دلائل کی تردید میں ایک کتاب بنام ''**ختم رسالت**'' لکھی۔ الحمد للہ کہ میری یہ تصنیف بھی کارآمد ثابت ہوئی۔ اہل علم نے اسے پسند فرمایا۔ ان دنوں جبکہ فضا اقتصادیات سے بھرپور ہے۔ در و دیوار سے مالی اصلاح اور ہر پلیٹ فارم سے دنیوی فلاح کا نعرہ بلند ہے۔ میں برادرانِ ملت کے غور و خوض کیلئے ''**مقروض قوم**'' پیش کررہا ہوں۔ اس کتاب میں راقم الحروف نے اقتصادیات اسلامیہ کے بعض اہم مسائل کو قوم کے سامنے بغرضِ التفات پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے دعا ہے کہ وہ میری ہیچ میرزی کو اپنے دامنِ کرم وعفو سے ڈھانپ لے۔ اور قوم کو میری مخلصانہ گذارشات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمانے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

کیا فائدہ ذکر بیش و کم سے ہوگا — ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے — جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

مورخہ ۱۹۳۵_۱۱_۲۵

مُسلم

IQBAL
A GREAT MUSLIM

(1) Muslims owe much to him, Pakistaneese, are particularly greatful to him. He discovered Quaid-i-Azam, the father and founder of the Islamic Republic of Pakistan, and conceived the idea of the creation of this domain. He was a seer, poet, thinker, lover of Islam and a philosopher. He was Allama in the real, true, intinsic sense of the word. His only three works are in prose, all the rest are in the form of verses. The major Book, of its category, is "The reconstruction of Religious thoughts in Islam. It is a collection of his philosophical lectures, which depict the metaphysical part of his philosophy, the theme of "self". In these discourses, there is his criticism of other alike theories, ancient, modern. He obviously, according to his concepts and conjectures appears to be inspired by the teachings and preachings of Islam Naturally Philosophy, cannot be as popular as poetry, overwhelming majority of his renders and admirers are much affected by his verses, which are not comparatively couched in technical terms. It is clear that only a few can comprehend, understand philosophical contents. Laymen like my self are in majority they can be affected more by age-old words, idioms and expression used in poetry. Whatsoever the case may be, his writings indicate, that his deep, sound, profound and heart felt object and prayer was that muslims, particularly, of India must attain prosperity and glory in economical, social, political, cultural and spiritual fields in the modern world, as

njoyed by their ancestors in the past. There in lies their uture and emancipation. In aforesaid book, he exerts to uggest New interpretation of some teaches of Holy Book. He opes that the day is not far off, when Religion and Science nay discover, mutual harmonies.

نہ شیخِ شہر؛ نہ شاعر نہ خرقہ پوش اقبال
فقیرے راہ نشین است و دلِ غنی دارد
شاعری زیں مثنوی مقصود نیست
بت پرستی، بت گری مقصود نیست
نہ پنداری کہ من بے بادہ مستم
مثالِ شاعراں افسانہ بستم
نہ بینی خیرازاں مردفرودست
کہ برمن تہمت شعروسخن بست
ہے شعرِ عجم گرچہ طرب ناک و دل آویز
اس شعر سے ہوتی نہیں شمشیرِ خودی تیز

(2) His poetry is very attractive, directive educative. He was a poet, but he emphatically denies to be as such. He stahes in lucid and disticnt words.

I am neither a saint nor a poet. My peotry is aimful and meaningful. I have not concocted fake stories, like bands. I am not a sham drunkard. I am not inebriate, without wine. According to him to versify for the sake of versificion is similar to frame idols and there by idolozie and to adore them. Attribution of poetry to me is a calumny. Verse may be impressive and captivating, but if it does not strenthen the self developing and self assesiveness of an Ego, it is of no use. Purpuseless, and useless poetry is utterly a waste of energy and time. It must be rejected and not adopted.

(3) In his introduction to : مرقع چغتائی Allama observes.

" The spiritual health of a people largely depends on the kind of inspiration which their poets and artists receive. But inspiration is not a matter of choice, it is a gift the character of whihc, cannot be critically juged by the recipient before acceptance."

Words are just like of any mistic or oracle, but they are penetrating explaintory and significent.

In them he has disclosed, depicted described and defined himself. They clearly indicate, that Allama, was a gifted inspired poet. He gave words to his inspiration. Therein lies his greatness. He was a greater poet, Islamic poet. The gift which Allama, received, made him what he was. He gave words to his feelings, which were products of inspiration, but this phenamenon, was recognised and comprehanded by him not simultaneously, but ultimately and eventually. So he could say that اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے and stated at the last state of his life.

سر آمد روزگارِ ایں فقیرے
دِگر دانائے راز آید کہ ناید

He was Faqir and knower of secret.

4. Our assessment of his greatness, is based on his abstract thoughts, that is on the foundation of whatever, he uttred and penned in words, in prose, or poetry. No doubt, his words, phrases, captions metaphers, similies, references, images and features, are

wonderful, aimful, useful meaningful and extremely beautiful. There is wrapped in them inspired electrons, or molecules of emotional ecstacy, depth of cognition, of self realisation and self comprehension.

5. Allama, looked upon himself as first and for most a reformer, for him poetry was not meant for entertainment, but blissful and forceful part of the functioning of human, individual life and collective life. So we see in his اسرارِ بے خودی (Secrets of self) and رموزِ بے خودی (potentialities of collective life, with poetical, and phiosophical capacities and capabilities, Allah, endoled Allama, with a paractical insight as well. He was an ardent lover of Islam. He denunciated and condemned, and preaching, which lead to self annihilation and self affacement and detachment from the world. Inspired by the injunctions of Islam, as set out in the Holy Book and doings, and saying of the Holy Prophetﷺ Iqbal up against person pantheism, Greek Platonicism, vedantism of Brahmanic intellectualism and Buddhism, Ghristian's doctrine of atonement and asceism رہبانیت or hermitism, and materialism and Nationalism of the West. Allama propounded theory of the self. In reality, it was not a product or invention of his brain. He learnt it from Islam and elucidated and promulgated it. It is not a mere theory it is a practical code of life. His plea is that muslims of his days, seem to have become unaware of this dictum of the faith, have become averse to it, have fallen pray to aforesaid theories, therefore, they are thrown from their position of material and spiritual glory and have become

passive and in-active, To understand this plea, let us devote sometime and heed to comprehend the philosophy on which the aforesaid terms are based.

BACK GROUND OF PHILOSOPHICAL THOUGHT

Greek was cradle of philosophy. Illustrious greek scholars socratise, Plato and Aristotle gave the world rudimentary ideas, concerning human life and concepts. According to Plato universe is not real, it appears to be real, but in reality it is not so, appearances are always deceptive. To him only Forms of Ideas are real lasting and permanent. According to this proposition or dictum, all cognitions, through the senses, and experience are nothing, but mere whim's or illusions. External world is nothing but a shadow. Only the inner ideas exist. External appearances and shows will ultimately disappear and be absorbed into that absolute Idea from which, they emanated. We are for ideas, and will return to ideas. Consequently, man has no permanent value, he is destined to loose his identity.. Like a tiny drops into the ocean. I dealistic philosophy of Plato and his pupils do not recognise the reality and immorality of soul. It gave rise to a sense of frustration, ascetic inaction passivity and other wordliness in the mind of man. He treis to escape, not from death, but from life.

Brahmanic wisdom of idea, presentep to all people, picture of life, comparatively in more dark, and gloomy colours. It showed that the external world is nothing but Maya None-entity. Plato demolished the conception of external world, but established the unity of God Hood.

Vedanta, stated that man is a part and parcel of God. There is no distinction and difference between creature and creation. Buddha preached annihilatism. His views are identical with the theme of Plato. He (Buddha) does not believe in the existence of God. He believed in the theory Karma, and in transmigration of souls The edifice of transmigration is laid down on actions. They are the products of desires. So all desires must be crushed without so. there can be no emancipation from circles of birth and rebirth. Asceticism is the life blood of Budh Dharm. Solution connotes liquidation of life and desires.

WESTERN DOGMAS

5. They are based on materialism and Nationalism. Marxism lays down that morality is opium. Spirituality is a myth or whim. Religion is a weapon invented by capitalism to expliot proletariat. Both isms have caused bewilderment, and class struggle in the world. Due to them contentment of mind evaporates and uneasiness prevails, a man is turned into intellectual animal. Material evolution shows that span of life is extremely short. Even this is only possible for the flittest. The Atomic combinations in weak and poor body are inferior to those of strong and rich. Our is an atomic age. The fact is that might is right. If we desire to live, we must have most destructive weapons and stout heart.

CONCEPT OF IQBAL

7. Allama follows Roomi applauds and رازی appreciates. His philosophy is based on this famous Islamic dictum مَنْ عَرَفَ نَفْسِیٗ فَقَدْ عَرَف رَبَّهٗ He who knows

himself knows his creator. Our creator is رب العالمین creator, sustainer and evolver of entire universe. We are not evolved, we are created. Our goal is knowledge معرفت the way to attain is شریعت Islamic code. He observes:

دل ز سوز آرزو گیرد حیات
غیر حق میرد چو او گیرد حیات

mind attains life, by the fire of aims. When this is attained, everybody, every thing other than truth dies.

تیری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی
مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے
تیری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
میری دعا ہے تیری آرزو بدل جائے

Prayer may not change your luck. But it can change you. Your prayer is that your aim may be fulfilled. My Supplication is that your aim may be changed. Develop thyself, so that prior to every decree, God Himself may ascertain from you, what is you will.

8. Iqbal bodly and loudly proclaims, that soul is individual, and immoral. Soul is progressive not retrogressive. He goes on developing himself. There is after life. It is fact not a fiction. Soul will attain perfect development in after time.

دردشت جنون من جبریل زبوں صیدے
یزداں بہ کمند آور اے ہمت مردانہ

Man must be bold and enterprising. He must absorbed attributes of the creator in himself. He must colour himself in His colour. Man has spiritually and physically, a unique personality. Still he is not a perfect individual and complete entity. He can become as such, by absorbing God in his self. Thus he can near to him. He can equip himslef with divine attributes. He can glorify selfhood. His destiny is self completion, self realisation, self development, self expression and self assertion. He avers that Holy Prophet says تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰه you must equip yourse!f with devine attributes. Had it been not possible for men to do so, Prophet would not have advised them to be do so. There is a permanent life, for man. Death in the world, for a man is a temporary show. Next word is the real destiny of man. It is eternal and permanent, We are descendants of Adam, who was Khalifa of God. Allah taught him and favoured him with potentialities to enjoy a permanent life. These are the commandnents and teacher of Islam. Iqbal was inspired by them.

A GREAT MUSLIM PHILOSOPHER.

9. Allama, was a great muslim philosopher. Every true thinker, has a mission. Iqbal was not a mere are-chair theoriser. He holdly takes a deep plunge, into the strefm of affaris of his time, and comes out with a solution, after thorough enquiry and analys. His nation was fallen victim to malady, he felt it pondered ove the matter and suggested remedy for his millat.

10. He complaints of his Nation and particularly

Young intellectuals of his community and states, that factual position is this:

علمِ غیر آموختی، اندوختی   روئے خویش از غازہ اش افروختی
ارجمندی از شعارش می بری   من ندانم تو توئی یا دیگری
عقلِ تو زنجیریٔ افکارِ غیر   در گلوئے تو نفس از تارِ غیر
بر زبانت گفتگو ہا مستعار   در دِل تو آرزو ہا مستعار
بادہ می گیری، بجام از دیگراں   جام ہم گیری بوام از دیگراں
آفتاب استی یکے در خود نگر   از بخوم دیگراں تابے مخر
تا کجا طوفِ چراغِ محفلے   آتشِ خود سوز، گرداری دلے
عصرِ ما مارا ز ما بیگانہ کرد   از جمالِ مصطفیٰ ﷺ بیگانہ کرد

You have studied and amassed in your brain talents of others. You have coloured your face with, red power, borrowed from others. You have sought dignity by aping the peculiar manners and behaviour of others. I am at a loss to under stand whether you are yourselves or some body else. Your thoughts, are the conjectures of others. You have enchanged yourself with the chains of others. The very breath in your throat comes from the strings of others. Borrowed speeches are on your lips. Borrowed aims are in your minds. Your cup is borrowed from others. For heaven sake have a glance, on your own self. Stars get light from sun. You are sun, but are in quest of purchasing way of glamour, of others stars. For how long you would dance round the candle of others. Switch your own bulbs if you have a heart.

Overage, had enslaved us, we do not see, what we are we open our eyes to see others. but we close our eyes to the light and sight of Islamic radiance.

SLAVERY AND INDEPENDENCE

11. A peculiar circumstance of Iqbal period was, the slavery of the Muslims of India. He was extremely worried and beweldered over the bad and sad plight of his brothern in faith. They were facing the danger of extinction at the hands of the Hindus. and the British Rulers. The following verse show the depth of his worry, He says:

دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی
وارو کوئی ڈھونڈو، ان کی پریشاں نظری کا
غلامی میں نہ کام آتی ہیں تدبیریں نہ شمشیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

Due ot two hundered years of slavery, muslims are preplexed. Their heart are broken, they think, that their fate is sealed. There is no ray of hope in them. Even thinker and welwisher, much exert to find remedy for the malady of nation. So much is certain and irrefuteable, that no strategy, no effort can cure the misfortune, at the time when the Muslims are slaves. If the chains of their mental and physical subjugation are removed and shattered, they can survive and regain the glory that they have lost. Their first, and formos requisite is independence, freedom and emancipation. He asks:

دو صد دانا، دریں محفل سخن گفت
سخن نازک تر از برگِ سمن گفت
مگر بامن بگو آں دیدہ ور کیست
کہ خارے دید واحوالِ چمن گفت

Numerous poets and learned speakers had said, very charming and attractive things but tell me, who was the seer and future reader, before whom there were thorns inbabitated, ruined and utterly desolated pieces of land, and he spoke of blooming gardens, flowers, twigs and blossom underneath them. His answer to this question is:

نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

12. He was hopeful. Iqbal was burning with the desire to make up muslim to realise the danger. They must crush their despondence. They must realise and believe, that their decadence, decline, and fate can be converted into rise, prosperity and glory. The religious, philosophical, and poetical mission of Iqbal was to guide his nation, to revive and thrive. 49 years ago, 29th Dec.1930, at Allah abad in annual session of All India Muslim league, Allama Iqbal in his address proclaimed his manifesto a prescription of health, strenght, revival, for his community, who was potentially alive and sound but factually slave, passive disunited, despondent and destoryed. Iqbal's sources of hope, were his inspiration, intuitions and Love of the Prophet.

PHILOSOPHY OF THE SELF

13. Iqbal, clearly indicates that his philosophy of the self is based on Islam. It is the self, which effords him a high road to a metaphysics, as ideas expressed in his poems, are the products of inspiration, he received from almighty Allah. Similarly he admits that it is the intuition of the self; which rendered metaphysics possible for him. In his lecture, Allama claims himself, to have bad this intuition. The self is a veriable reality. It certainly exists. We comprehended by intution, that it is most real. We can intuit it directly. Self, as revealed in intution is essentially directive, free and immortal. Allama boldly proclaims and asserts the individuality and immortality of the soul. He believes in برزخ and after life. He expresses his conviction that Soul, will do, never ending progress and development in after time. Contrary to pantheism, which regards death as the target of life, he states, that eternity, permanent and perpetual progressive destiny was the fate of soul. He says that, this visible universe was not a baseless fabric and antasy. It is real, useful fruitful and meaningful. Allah has created and dignified the man. He has given him the most respectable position of being His viceroy. This been evelolent favour of Allah displays, that man by the grace of Allah possesses limitless capacities and potentialities. Indeed man is destined to rule the world as a representative of Him. Evidently as long as God is, man is.

14. He has created us, he will not absorb or annihilate us. We are created and he is our creator, sustainer and evolver. Creation and creator are not on entity. It is absolutely irrational, and paganism to presume or say that man was a part and parcel of Allah or he can become Allah. His grace, His mercy desired that we live enternally with Him. Truly speaking it is not his philosophy, it is the fundamental teaching and preaching of Islam. Holy Book, vouchsafes enternal life not only to the belivers the dwellers of paradise, but also to non believers he dwellers of Hell.

15. Iqbal has corroborated this eternal verity of Islam. Here in lies his contribution. Can a sensible scholar, thinker poet, reformer, seer, philosopher and advocate, lover and anno otar of Islam be a secular materialist or pantheist. Can a protagonist of religion, can admire or adopt any theme which proclaims, that religion is an opium. Pantheism requires man to efface himself. He must crush and cripple his desires. He must renounce the world. He must regard that Muslims and Non-muslims are not two seprate nations, All are God forbid God. Their aims were identical. There culture was same. How philosopher of self, can advise, his Nation, to diself Himself.

GREAT MUSLIM

16. Allama was a great Muslim. He defined and identified the fundamental values of Islam, in the context of modern thought. He believed that Islam is

tself destiny and will not suffer a destiny. He was a slamist revolutionist to the core. he was realist. He was a seer. He loved activity. He said that:

نکل کے صحرا سے جس نے رومہ کی سلطنت کو اُلٹ دیا تھا
سنا ہے میں نے یہ قدسیوں سے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

Our forefathers who were dwellers of the deserts. hey dethroned the Roman Empire. They captivated domains and Souls. I am told by the inspiration I received, the intution I was graced with showed, that Muslims of the presentage will revive and thrive. They will create a new world of Islam, and will guide the mankind to right goal.

سبق پھر پڑھ شجاعت کا صداقت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

Learn the lesson of rectitude, social justice and courage. God will again, assign you the leadership of the national and countries. You must first of all, attain and establish Islamic state, fashion your life according to the injunctions of your faith. Solve your problems by Islamic prechings. Be muslims set an example for others.

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

Lips cannot disclose what is being observed by eyes. There will be most amazing and wonderful change, in the world.

COMPLETE CHANGE

17. History records that the earliest followers of the final messanger of Allah, alerted the ideas, the convictions, the souls, conceptions, predilections, concepts and desires of the mankind. They introduced new principles of ethics and Laws. They founded League of men. They united all human beings. They said, criterian of Nobility is conduct. They preached equality, They revolutionised the entire structure.

18. Iqbal said, of human society that Muslim of the present time, will do the same. Creation of Pakistan is a 1st step in this direction. His intutional voice and advice is:

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

Be obedient to Muhammad, Allah will love you. There will be a bliss for you in this world, and eternal paradise in the world thereafter.

مولانا مسلم کی شاعری

اے کہ تیرا وجود ہے نور تجلیات رب
کون و مکاں کی رونقیں برپا ہوئیں ترے سبب

عقل کی آنکھ کو ملا نور تیرے حضور سے
علم نے تیرے سامنے تہ کیے زانوئے ادب

تیرے پیام نے کیا نکتہ وروں کو مطمئن
تر ہوئے تیرے ذکر سے فلسفیوں کے خشک لب

حسن ہوا فریفتہ تیرے جمال پاک پر
عشق نے کردگار سے درد کیا تیرا طلب

کہہ دیا تو نے برملا وجہ شرف ہے اتقا
حالانکہ ہے بفضلہٖ سب سے بڑا تیرا نسب

رہبرِ خلق بن گئے جو تیری راہ پر چلے
نازشِ کائنات ہیں تیرے غلام سب کے سب

مسلمِ بے نوا کی ہے صبح و مسا یہی دعا
پھر ہو دیار ہند میں تیرا شہا علم نصب[1]

---

[1] اردو کی بہترین نعتیہ غزلیں: سید نور محمد قادری، فضل نور اکیڈمی چک سادہ شریف گجرات ۱۹۸۸ء

مدح حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ

مرشد و مخدوم شیدائے کلامِ کبریا   ترجمان حق فدائے سنتِ خیرالوری
داعئ توحید و آئین محمد مصطفےٰ ﷺ   طالب صدیق و فاروق و غنی و مرتضی رضی اللہ عنہم
سید و حسنی حسینی و امام الاصفیا   غزنوی، حنفی، جنیدی پیکرِ علم و ہدی
رازدار و خودشناس است و حقیقت آشنا   کشف محجوب است شاہکار ولی الاولیاء
در دیار کفر آمد صاحبِ نُور و ضیاء   عالماں را پیشوا و عارفاں را مقتدا
گفت تبلیغ و تصوف مرحبا صد مرحبا   بیگماں شد اونیں معمارِ پاکستانِ ما
خواجہ اجمیر داند سید ہجویر را   آشنا گوید بوصفِ آشنا و ہمنوا
گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما (۱)

(پاسبان سنتِ خیرالانام)

اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں قدس سرہ کی شان منقبت میں

(نتیجۂ فکر: مولانا محمد بخش صاحب مسلم، بی اے، لاہور)

مرحبا احمد رضا مخدوم ما !   اہلِ سنت را امامِ باصفا
گم رضائش در رضائے مصطفےٰ   زاں سبب شد نام او احمد رضا
مذہبش تبلیغ حمدِ کبریا !   مشربش تلقینِ نعت مصطفےٰ
متقی، صوفی، ولی لاریب فیہ   مفتئ دین مبیں یکتا فقیہ
حبِ محبوب خدا اِسلامِ او   دین او ایمانِ او پیغامِ او
ترجمانِ علم و عرفانِ رسول   جاں فدائے عظمت و شانِ رسول
پاسبانِ سنتِ خیرالانام   شاہکارش حفظِ ایمانِ عوام
قدرت او را بہر تجدید آفرید   او مجدد بود در عہدِ جدید !
دین زندہ شد ز تعلیمات اُو !
علم تابندہ ز تصنیفات اُو !

---

(۱) نورالحبیب، بصیر پور اوکاڑہ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ، ص ۱۴

اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیرِ محمد قطبِ زمانہ اعلیٰ حضرت پیر یگانہ
عارفِ یزداں کشتۂ قرآن سنت نبوی کا مستانہ
پیکرِ درد و سوزِ محبت شمع نبوت کا پروانہ
سنت کا بے باک مبلغ اس کی غیرتِ خو شیرانہ
نقشبند کا سچا عاشق شیخ مجدد کا دیوانہ
سونپا خواجہ امیرالدین نے اسکو خلافت کا پروانہ
مادر زاد ولی کامل دُرجِ ولایت کا دُردانہ
اس نے بانٹی فقر کی دولت اس کی فقیری تھی شاہانہ
اس کی توجہ اس کی نظر کا کیلیانوالہ ایک نشانہ
اس کا کرم ہے کرموں والا اسمٰعیل ولی فرزانہ
بیربل میں اس کا کس بل اس کی ہمت تھی مردانہ
رحمت علی صاحب کا مرشد رحمت کا تھا ایک خزانہ
اپنے برادر کو اپنا کر اس نے سنوارا اپنا گھرانہ
عبدرحماں ہو گیا بے خود پی کر اُس کا اک پیمانہ
پینے والے پیتے رہیں گے اس کا ایسا ہے مے خانہ
اُس کا وظیفہ خلق و مروت اس کا روّیہ ہمدردانہ
اُس نے کردیئے صوفی صافی جن کی طبیعت تھی رندانہ

کیجئے قبول از راہِ مروّت
خادم مسلم کا نذرانہ[1]

---

(۱) مرسلہ: حضرت میاں محمد جمیل احمد شرقپوری، بنام سید محمد عبداللہ قادری فروری ۱۹۹۵ء

مسیلمہ حجاز

حسین ابن علی

اک وہ بھی حسین ابن علی تھا کہ سر اس نے
مر کر بھی نہ فاسق کی حضوری میں جھکایا
خود چل کے گیا معرکہ کرب و بلا میں
دنیا کو قیامت کا سماں جس نے دکھایا
تھا سینہ سپر اک ہزاروں کے مقابل
باطل کے اس انبوہ نے اس کو نہ ڈرایا
اسلام کی حرمت پہ امام شہدا نے
سر شمر کے خنجر سے بصدقِ شوق کٹایا
دیکھا جو یہ سر نوک سناں پر تو فرشتے
سمجھے کہ سوا نیزے پر سورج اُتر آیا
مٹنے نہ دیا نقش روایات پیمبر
خود اپنے تئیں سبط پیمبر نے کٹایا[1]
اک تو بھی حسین ابن علی ہے کہ تیرا ہاتھ
اس ہاتھ میں ہے جس نے گھر اسلام کا ڈھایا
نسبت ہے تیرے نام کو بھی آل عبا سے
تو نے مگر اس نام کو خود بٹہ لگایا
برباد ہوئی خود تیری کوشش سے وہ بستی
جس کو تیرے اسلاف کی ہمت نے بسایا
کل تک عرب آزاد تھے لیکن ہیں غلام آج
راعی کو بنایا تیرے ہاتھوں نے رعایا

---

(۱) ماہنامہ صوفی پنڈی بہاؤالدین۔ اپریل ۱۹۲۴ء، ص ۴۳

ہیں کعبہ کی دہلیز پہ جس خون کے چھینٹے
خود صحن حرم میں تیرے خنجر نے بہایا
شام اور عراق اور فلسطین کے اندر
جو فتنہ ہے برپا اسے تو نے ہی جگایا
پیوندِ عرب تیری ہی مقراض جفا نے
دامانِ اناطولیہ سے قطع کرایا
تو مر نہ گیا کس لئے اس وقت سے پہلے
تثلیث نے جب پرچم توحید گرایا
اس پر ہے یہ خواہش بھی کہ مل جائے خلافت
فیصل ہوں تیرے ہاتھ سے اُمت کے قضایا
خفاش سیہ روز ہو خورشید کا ہم چشم
اندھیر یہ کیسا ہے زمانے میں خدایا[1]

مسلم کی قومی نظم (جذباتِ مسلم)

غوغۂ ناقوس مغلوبِ اذاں ہونے کو ہے
قل ھواللہ احد وردِ زباں ہونے کو ہے
ہو گیا سازِ عمل مرہونِ مضرابِ جنوں
نغمۂ خوابیدہ محسود فغاں ہونے کو ہے
قم باذنی کی صدا سن کر لب تقدیر سے
خفتۂ خواب گراں ہر سو دواں ہونے کو ہے
خرمن اعدائے دیں ہو جائے گا یکسر فنا
آتش سوزِ دروں برقِ تپاں ہونے کو ہے

---

(۱) ماہنامہ صوفی پنڈی بہاؤالدین اپریل ۱۹۲۴ء، ص ۴۳

معبدِ آذر نوازی خاک میں مل جائے گا
ابن آذر مائلِ کسرِ بتاں ہونے کو ہے
خستہ و آزردہ دیر و کلیسا و کنشت
بار دیگر جانب کعبہ رواں ہونے کو ہے
اے مضیبت شادباش و شادکام و شادزی
تیرے حرم سے امتحانِ دوستاں ہونے کو ہے
الفراق اے تکیۂ بے سود بر امدادِ غیر
اپنی ہستی پھر مسلماں پر عیاں ہونے کو ہے
بعد مدت اُمتِ سالارِ بزمِ مرسلاں
یک زبان یک جاں خلاف دشمناں ہونے کو ہے
دیکھ لیں گے غیر بھی اعجاز دینِ مصطفٰے
کشتۂ یورپ مسیحائے زماں ہونے کو ہے
ہو رہا ہے فرد قوی زندگی سے آشنا
قطرۂ ناچیز موج بیکراں ہونے کو ہے
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ وہ آجائے گا
منظرِ اقبال پیشِ ہمگناں ہونے کو ہے
ہو رہا ہے یہ نمایاں واقعاتِ دہر سے
قومِ مسلم پر خدا پھر مہرباں ہونے کو ہے
کفر کہتا ہے غضب ہے مُسلّم عصر جدید
بندۂ اسلام مثلِ رفتگاں ہونے کو ہے[1]

---

(۱) ماہ نامہ صوفی، پنڈی بہاء الدین (پنجاب) اکتوبر ۱۹۲۵ء، ص ۴۳

مولانا ترنم[1]

مجاہد ترنم ، مہاجر ترنم بہ ہر حال قانع و شاکر ترنم
طبیب و خطیب و مُعلم مبلغ ادیب لبیب و مفکر ترنم
شہید عقیدت غلامِ محمد ﷺ فدا کار جاں باز شاعر ترنم
مؤرخ ، محقق ، مصنف ، مدرس وفاکیش و درویش و صابر ترنم
مسلمان وانسان ونباضِ ملت زعیم و حکیم و مدبر ترنم

خدایا رسید است دربارگاہت
طلب گارِ رحمت مسافر ترنم

”آہ فیض الحسن“[2]

چل بسے خلد آشیاں، فیض الحسن
رازداں ، معجز بیاں ، کوثر دہن
اہل سنت کے امام و مُقتدا
باخدا ، مومن ، محبّ پنج تن
ملی و دینی ، سیاسی رہنما
نازشِ ملت فداکارِ وطن
باکمال و نامور ، ہر دلعزیز
مقتدا ، ممدوحِ شیخ و برہمن
ترجمانِ عالمان و عارفان
حق شناس وحق نگر، باطل شکن
قائدوغازی، سخی، مُصلح، خطیب
آپ پر تھا خاص فضل ذوالمنن
ہو گیا خاموش وہ بیدار مغز
بجھ گیا روشن چراغِ انجمن

---

(۱) مولانا غلام محمد ترنم: حکیم محمد موسیٰ امرتسری۔ انجمن تبلیغ الاحناف (امرتسر) لاہور جولائی ۱۹۷۱ء
(۲) صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ مجددی۔ تحریر مولانا محمد بخش مسلم۔ ضیائے حرم لاہور اپریل مئی ۱۹۸۴ء، ص ۱۰۷

تاثرات مشاہیر

سردار علی احمد خاں

ہمارے ہاں ایک رسم بن گئی ہے کہ کسی معروف ہستی کے اس دارِ فانی سے کوچ کر جانے پر محض یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ مرحوم ایک عہد آفریں شخصیت تھے اور اس کے ساتھ ہی چند توصیفی کلمات لکھ دئے جاتے ہیں۔ اخبارات کی زینت بننے والے وہ چند توصیفی کلمات کچھ ہی دنوں میں لوگوں کے اذہان سے محو ہو جاتے ہیں۔ لیکن بعض شخصیتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ جنہیں ان کی خدمات کی بنا پر آنے والے سن و سال کبھی گمنام نہیں کر پاتے۔

مولانا محمد بخش مسلم مرحوم و مغفور نہ صرف تحریک پاکستان میں صف اوّل کے مجاہد تھے بلکہ فروغ اسلام کے سلسلے میں ان کی مساعی جمیلہ قریب قریب ستّر پچھتّر سال پر محیط ہیں۔ انہوں نے اپنی تمامتر جسمانی توانائیاں خدمتِ اسلام اور خدمتِ خلق کے لئے وقف کر دی تھیں۔ مولانا موصوف فنِ تقریر میں یدطولیٰ رکھتے تھے، تحریر کے میدان میں اگرچہ کوئی مستقل کتاب انہوں نے یادگار نہیں چھوڑی، لیکن وہ نصف صدی تک اپنے صحافیانہ کمالات کا برابر اظہار کرتے رہے۔ تقریباً دو عشرے وہ ایک ہفت روزہ بھی ایڈٹ کرتے رہے اور اپنے قارئین کو دینِ حق کے مستور و ظاہر پہلوؤں سے ایک دلنشیں پیرائے میں روشناس کراتے رہے۔ اپنی سو سالہ طبعی عمر میں انہوں نے زندگی کا کوئی لمحہ بے کار نہیں گزارا۔

مولانا محمد بخش مسلم برصغیر کے ان علماء حق میں سے تھے جنہوں نے خفتہ قوم میں متحرک زندگی، سیاسی اور ذہنی بیداری اور نوجوانوں میں ولولہ سرفروشی پیدا کر کے حصول پاکستان کی تحریک میں مسلم لیگ کے گرامی سیاسی رہنماؤں کے دوش بدوش نمایاں اور ناقابل فراموش حصہ لیا۔ پاکستان کا قیام عمل میں آیا اور وطن آزاد ہوا تو مال، جنس و نقد، جائیداد، عہدے غرض کہ ہر چیز کی لکھ لٹ لگ گئی مملکت خداداد پاکستان نے سب کو نوازا۔ سچے جھوٹے، اچھے بُرے، کھوٹے کھرے سب کو مواقع بہم پہنچے لیکن مولانا مسلم جیسے علماء حق جہاں تھے وہیں

رہے۔ بقول شاعر؎

سرما بگذشت وایں دلِ زار ہماں
گرما بگذشت، وایں دل زار ہماں
القصہ ۔ ہزار سردوگرمِ عالم
برما بگذشت وایں دل زارِ ہماں

مولانا محمد بخش مسلم نے مسلمان نوجوانوں کی ذہنی تربیت کے لئے جو زندگی بھر خدمات شائستہ انجام دیں، اس کا اجر عظیم تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے پا ہی رہے ہیں، یہاں مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ یہ کارہائے نمایاں ان کی زندگی کا ایک درخشاں اور ناقابل فراموش باب ہیں جس پر بہت کچھ لکھا جانا چاہیے۔ انہوں نے اپنی تقریر وتحریر سے ہزاروں دلوں میں ایمان وایقان کے چراغ روشن کیے — تین نسلوں کو اسلام سے شیفتگی اور خدمت اسلام کے صحیح جذبوں کی نشاندہی کرتے ہوئے انہیں فکری ونظری انقلاب سے متمتع کیا۔ وہ بلامبالغہ ایک ادارہ تھے اور حلقۂ احباب میں اپنی ذات سے ایک انجمن تھے۔

آزادی کے بعد جونہی سیاسی اور سماجی اقدار کا تاروپود بکھرنے لگا اور بے حیائی و بدچلنی، شقاوت نیز دیگر انسانیت سوز سانحات کا دور شروع ہوا تو باوجود اپنی کبرسنی کے مولانا ایک ولولہ تازہ کے ساتھ مذہبی محاذ پر ڈٹ گئے۔ قادیانیت کے علاوہ پرویزیت اور اسی ذیل کے جو دیگر زلزلہ انگیز فتنے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے سدباب کے لئے مولانا مسلم دوسرے ہم خیال اہل سنت علماء کے ساتھ میدانِ عمل میں مردانہ وار کود پڑے۔ مولانا نے اہل فکر ودانش کو بھی جھنجھوڑا۔ اُن کی ناموسِ رسول مقبول ﷺ سے دل بستگی نے نژادنو کے قلوب میں وہ جذبہ بیدار کیا جس کے باعث گہوارۂ اسلام آج بھی روشن وتابندہ ہے۔

موجودہ پُرازفتن دور اور نفسانفسی کے عالم میں مولانا موصوف کی خدمات کسی صلے یا انعام کی خاطر نہیں بلکہ بے لوث جذبۂ خدمتِ اسلام کی بنا پر تھیں کہ اُن کا تو اصل انعام

خوشنودیٔ خدا اور حبیب خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) تھا اور یہ انہی قدسی جذبوں کی برکت ہے کہ ہماری معاشرت، ہماری ثقافت اور ہماری تہذیب کی شمعیں روشن ہیں ہماری روایات، ہماری تاریخ اور علوم وفنون کے چراغ جل رہے ہیں۔ سلف صالحین کے اس قبیلے کی آوازیں صدا گونجتی رہیں گی۔ مولانا مسلم اپنے سامعین کو ”میرے دوستو اور میرے بھائیو“ کہہ کر خطاب کیا کرتے تھے۔ میرے کانوں میں آج بھی اُن کی یہی آواز گونج رہی ہے۔ مولانا کو یاد کر رہا ہوں اور اپنے بدن میں جھرجھری محسوس کر رہا ہوں جو مجھ ایسے کم کوش کو دعوت فکر وعمل دے رہی ہے:

تا مے خانہ و مے نام ونشاں خواہد بود
سرِ ما خاک رہِ پیرِ مُغاں خواہد بود

مولانا مسلم ایک پکے سچے اور مخلص عالم دین تھے۔ نہایت باوقار اور سنجیدہ طبیعت کے مالک اور قدیم اخلاقی اور اسلامی قدروں کے حامل تھے۔ ان کی وضعداری مثالی تھی، سوسائٹی میں ایک معزز مقام کے باوصف ان میں تمکنت یا غرور نہ تھا بلکہ سادگی تھی۔ لباس اور خوارک کے معاملے میں بھی سادگی ان کا شعار رہی۔ ذکاوت، مستقل مزاجی اور عالی حوصلگی ان کا خاصہ تھا۔ مولانا مرحوم کو علومِ عقلیہ ونقلیہ سے بھی طبعی مناسبت تھی۔ تقریر کے میدان میں وہ امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ ان کے رشحاتِ قلم اور کلمات تدبر وتفکر موتیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ مولانا مرحوم کی تقاریر تو مجھے بچپن سے سننے کا موقع ملا لیکن تحریک پاکستان کے دنوں میں ان سے ایک تعلق خاطر پیدا ہوا جو ان کی حیات مستعار تک قائم رہا۔ مولانا مرحوم کو اردو، انگریزی اور پنجابی تینوں زبانوں پر قدرت تھی۔ ان کے پُر جوش خطاب کی اثر انگیزی دیدنی ہوتی تھی۔ جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا وہ اہل علم کے سینوں میں زندہ ہیں اور رہیں گے:

ہرگز نمیرد آں کہ دِلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما[۱]

---

(۱) مکتوب سردار علی احمد خاں بنام سید محمد عبداللہ قادری۔ محررہ لاہور ۱۵ رمئی ۱۹۹۵ء

ڈاکٹر محمد باقر

ملاقات تو دیر سے تھی لیکن مجلس شوریٰ میں اتفاق سے نشستوں کی انگریزی الفبائی ترتیب کی وجہ سے ہم دونوں تین سال سے کچھ اوپر اکٹھے بیٹھتے رہے۔ مولانا محمد بخش مسلم کی نشست میرے بائیں ہاتھ تھی۔ اور ڈاکٹر اسرار احمد کی سامنے۔ جب مجلس شوریٰ کے صدر خواجہ محمد صفدر ایوان کے ارکان کو چکر دیتے تو کبھی کبھی میں اور مسلم صاحب ایک ہی دو نشستی بنچ پر اکٹھے ہو جاتے اور کبھی وہ درمیانی گلی چھوڑ کر بائیں ہاتھ کے بینچ پر میرے قریب بیٹھتے۔ اس سارے عرصے میں نے دیکھا کہ وہ میری طرح کبھی کیفے ٹیریا میں نہ جاتے کیونکہ وہاں پہلے چائے کا ایک پیالہ چودہ روپے میں ملتا تھا۔ پھر فقیر نے صدر سے شکایت کی تو سات روپے میں ہو گیا، بلکہ مسلم صاحب کسی ہوسٹل یا ہوٹل میں بھی نہ رہتے اور کہتے یہ دو تین سو روپے کا روزانہ کا خرچہ اس غریب قوم کے لئے اسراف کی نمائش ہے۔ وہ مجلس کے سارے عرصے میں ایک دوست کے ہاں مقیم رہے اور کھانا بھی وہیں کھاتے رہے۔ قارئین کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ مجلس کے کیفے ٹیریا میں ناشتے کا خرچ ۴۵ روپے، دوپہر کے کھانے کا خرچ ۸۰ روپے اور شام کے کھانے کا ۱۲۰ روپے تھا۔ اور باری تعالیٰ نے ہم دونوں درویشوں کو سارا عرصہ اس سے بچائے رکھا شنید ہے کہ اب اسمبلی اور سینٹ میں مخارج اس سے بھی زاید ہیں۔

بہر حال بات ہو رہی تھی مسلم صاحب کی، وہ حافظ قرآن نہ تھے لیکن ساری عمر کلام مجید سے اس طرح کا شغف رہا تھا کہ وہ ہر موقع پر میری کمک کرتے ایک دن فقیر نے بیٹھے ہی پوچھا مسلم صاحب علماء کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ایک ارشاد ہے:

کہ یہ خدا سے ڈرنے والے لوگ ہیں۔ آپ (مسلم صاحب) کو وہ آیت یاد ہے؟ تو آپ نے ٹوپی اتار کر ایک لحظہ کے لئے سر کھجلایا اور پھر سورہ فاطر کی ۲۸ ویں آیت پڑھ دی جس میں کہا گیا ہے کہ اس کے بندوں میں خدا کا خوف کرنے والے تو بس علماء ہیں۔

قصاص کا مسئلہ شوریٰ کے سامنے آیا تو ہمیں تقریباً ڈھائی سو صفحے کی ایک رپورٹ

نے محکمہ قانون کے ایک طویل نوٹ پر لکھی پڑھنے کے لئے دی گئی جو حکومت کے ایک ادارے تھی۔ جو اس ادارے نے کئی سو صفحات پر مشتمل قانون ساز تجویز کی شکل میں پیش کی تھی یعنی قصاص کا قانون بنانے کے لئے چند ہزار مطبوعہ صفحات ارکان کے سامنے پیش کر دیئے گئے تھے اور یہ سارا پلندہ کلرکوں نے تیار کیا ہوا تھا۔ اتفاق سے درویش اس دن کلام اللہ مجید سے راہنمائی حاصل کر کے ایوان میں پہنچا اور تقریر سے پہلے مسلم صاحب سے کل دو تین آیات دریافت کیں جو اس مسئلے پر فرقان حمید میں موجود ہیں انہوں نے فوراً یہ آیات پڑھ دیں جن کا ترجمہ تھا:

''اے مومنو جو لوگ (ناحق) مار ڈالے جائیں ان کے بدلے میں تمہیں جان کے بدلے جان لینے کا حکم دیا جاتا ہے آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام، عورت کے بدلے عورت پس جس (قاتل) کو اس کے (ایمان دار) بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا جائے تو اسے بھی اس کے قدم بہ قدم نیکی کرنا چاہیے اور خوش معاملگی سے (خون بہا) ادا کر دینا چاہیے۔ البقرۃ: ۱۷۸

اور عقلمندو! قصاص میں تمہاری زندگی ہے تاکہ تم (خونریزی سے) پرہیز کرو۔ البقرۃ ۱۷۹

اور ہم نے ان (یہودیوں) پر یہ فرض کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخم کے بدلے برابر کا زخم ہے۔ پھر جو خطا معاف کرے تو یہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ المائدہ: ۴۵

مسلم صاحب کا اور میرا مجلس میں تقاضا یہ تھا کہ آپ اتنے ہزار صفحات کو زیر بحث لا کر قوم کا سرمایہ بے تحاشا طور پر خرچ کریں گے پھر آپ ایک پیچیدہ سا قانون بنائیں گے قرآن مجید میں قصاص سے متعلق صرف یہ تین آیات ہی تو ہیں، ان کو کیوں نہ قانون بنا دیا جائے۔ لیکن مجلس کے نقار خانے میں آواز طوطی کی طرح تھی اس لئے سنی نہ گئی لوگ کہتے تھے یہ بھی کوئی

قانون سازی ہے کہ قرآن مجید کی آیات کو قانون بنا دیا جائے بلکہ ایک وزیر نے اس فقیر سے آ کر کہا درست قانون بن جائے پھر دیکھا جائے گا لیکن میں اس قدر گنجلک قانون بنا ڈالنے کے حق میں نہیں تھا اور مسلم صاحب نے میری علمی امداد بھی فرمائی نتیجۃً یہ قانون نہ بن سکا، اور آج تک نہیں بنا۔ کیونکہ ایوانِ اس بات پر آمادہ نہیں تھا کہ کلام اللہ کے حوالے اور سند پر مبنی قانون بنایا جائے۔

چند سال پہلے جب لاہور ٹیلی ویژن نے لاہور کی سال خوردہ اور برجستہ شخصیتوں کے متعلق مصاحبات کا برنامہ شروع کیا تو اس میں مسلم صاحب پر بھی ایک دو گھنٹے کا پروگرام تیار کیا گیا آپ نے اپنے دیرینہ تعلقات اور میری نیازمندی کو ملحوظ رکھتے ہوئے مجھے بھی اس میں یاد فرمایا۔ یہ کیسٹ غالباً اب بھی لاہور یا اسلام آباد میں محفوظ ہوگا۔ مسلم صاحب کی عمر اس وقت سو سال کے قریب پہنچ رہی تھی اور ہم سب ان سے نسبتاً کم عمر تھے۔ میں نے دیکھا کہ اس طویل مصاحبے کے بعد بھی وہ ہم سب سے زیادہ تازہ دم تھے اور اُن پر تھکن کا کوئی اثر نہیں تھا۔ اس مصاحبے میں پتہ چلا کہ وہ نہایت سادہ غذا استعمال کرتے ہیں ابھی چند روز پہلے نوائے وقت میں یہ اطلاع شائع ہوئی تھی کہ ڈاکٹروں نے معائنہ کے بعد بتایا ہے کہ ان کا فشارِ خون (بلڈ پریشر) بالکل نارمل ہے۔

گو وہ ۱۸؍ فروری ۱۹۸۷ء کو سو سال کے ہو جائیں گے ان کو صرف دانتوں کی تکلیف ہے میرے علم کے مطابق ابھی ان کے اپنے اصلی دانت باقی تھے لیکن اللہ کو یہی منظور ہوا کہ وہ سو سال پورے کرنے سے ایک دن پہلے ۱۷؍ فروری ۱۹۸۷ء کو دیوانِ قضا کے پروانے کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ باری تعالیٰ ان پر اپنی ان گنت رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔ (۲)

---

(۱) محمد بخش مسلم۔ عالم درویش: مضمون ڈاکٹر محمد باقر۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور یکم جون ۱۹۸۷ء

(۲) روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۸؍ فروری ۱۹۸۷ء

مولانا عبدالستار خان نیازی

مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے عالم اسلام ایک تہذیبی اور علمی ورثہ سے محروم ہوگیا ہے۔ انہوں نے نصف صدی سے زائد علمی دینی اور سیاسی خدمات کا ایسا ریکارڈ قائم کیا ہے جس کی مثال تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے۔ مولانا محمد بخش مسلم قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے جاں نثار ساتھی اور حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ کے مخلص رفیق ہونے کے علاوہ جمعیت علمائے پاکستان کے پہلے ناظم نشرواشاعت بھی تھے۔ تحریکِ پاکستان میں انہوں نے قوم پرست علماء کے خلاف پرزور تحریک چلائی اور مولانا ظفر علی خان اور مولانا عبدالمجید سالک کی قیادت میں روزنامہ انقلاب اور زمیندار میں اپنے صحافت کے جوہر بھی دکھائے۔ (۱)

خورشید احمد خان

مولانا مسلم کو میں نے آج سے تقریباً نصف صدی قبل پہلی مرتبہ دیکھا تھا میں اس دور میں اسلامیہ کالج لاہور کا طالب علم تھا اور جمعہ ادا کرنے جامع مسجد بیرون لوہاری گیٹ گیا تھا۔ یہ مسجد اب مسلم مسجد کہلاتی ہے۔ مولانا یہاں خطیب تھے۔ اس کے بعد مختلف جلسوں میں ان کی تقریریں سنتا رہا۔ آخری مرتبہ (غالباً ۱۹۸۵ء تھا) انہیں لاہور میوزیم کے جلسہ میں دیکھا تھا جہاں انہوں نے جسمانی کمزوری کے باعث کرسی پر بیٹھے بیٹھے تقریر کی تھی مگر آواز میں وہی کڑک اور تقریر میں وہی روانی موجود تھی۔

مولانا دراصل عوامی مقرر تھے بغیر کسی تحریری یادداشت کے گھنٹوں تقریر کر سکتے تھے اپنی تقریر کے دوران اخبارات اور کتابوں کے حوالے بہت دیا کرتے تھے جس میں تاریخ اور صفحہ نمبر تک بتاتے تھے اور یہ سب کچھ انہیں حفظ ہو چکا تھا۔ اس سلسلہ میں مجھے یاد ہے کہ گاندھی نے ۱۹۳۶-۳۷ء میں ہندوستان کی بیشتر صوبوں میں قائم ہونے والی کانگرسی حکومتوں کے سربراہوں سے خطاب کرتے ہوئے خلفائے راشدین کی مثال پیش کی تھی۔ اس تقریر کا حوالہ وہ اپنی بیشتر تقاریر میں مع اخبار کے نام تاریخ اور صفحہ نمبر کالم نمبر تک دیا کرتے تھے۔

---

(۱) روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۱۸ فروری ۱۹۸۷ء

۱۹۴۶ء کے انتخابات میں انہوں نے مسلم لیگ کے لئے بہت سے جلسوں میں تقریریں کیں۔ بی اے کی ڈگری ان کے نام اور تخلص کے ساتھ چپک کر رہ گئی تھی اور بہت سے لو انہیں صرف مسلم بی اے کے نام سے جانتے تھے۔ (۱)

میرزا ادیب

یہ عجیب اتفاق ہے کہ بیسویں صدی کی نویں دہائی میں پاکستان کے دو ایسے بزرگ رخصت ہو گئے ہیں جنہوں نے بڑی لمبی عمر پائی ہے ان میں ایک تو ہیں اُردو کے معروف ناول نگار میاں محمد اسلم جو دنیائے ادب میں ایم اسلم کے نام سے پہچانے جاتے ہیں اور دوسر مولانا محمد بخش مسلم ہیں۔

میاں محمد اسلم سو سال سے دو تین سال اوپر جئے تھے اور مولانا مسلم نے ایک صد سے دو تین روز اوپر (بلکہ ایک دن کم) زندگی گزاری ہے۔ میاں اسلم اور مولانا مسلم میں طوی عمری کے علاوہ اور بھی کچھ مماثلتیں ہیں۔ دونوں کا تعلق ادب سے تھا۔ میاں اسلم نے پور زندگی ادب سے وابستہ رہ کر گزاری اور مولانا مسلم ایک زمانے میں اچھے خاصے شاعر تھے مشاعروں میں حصہ لیا کرتے تھے۔ پھر جب اُن کی تمام تر توجہات دینی مصروفیات پر مرتک ہو گئیں تو ادب سے ان کا شغف بڑا کم ہو گیا۔

دونوں کو میں نے کبھی انگریزی لباس میں نہیں دیکھا میاں اسلم نے جوانی کے زما میں کوٹ پتلون پہنی تھی، پھر جو اس لباس کو چھوڑا تو کبھی اسے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ مولانا مسلم نے تو غالباً نوجوانی میں بھی انگریزی لباس نہیں پہنا تھا۔ دونوں میں ایک مماثلت یہ ہے کہ ان کے سروں پر ساری عمر سرخ ٹوپی۔ جسے ترکی ٹوپی بھی کہتے ہیں سجی رہی ہے۔ ایک دور تھا کہ بے شمار ایسے سر نظر آجاتے تھے جن پر ہمہ وقت ترکی ٹوپی ٹکی رہتی تھی۔ آہستہ آہستہ یہ ٹوپی ہمارے مسلم معاشرے سے رخصت ہونے لگی اور رخصت ہوتی چلی گئی پھر بھی کچھ لوگوں نے یہ

---

(۱) مکتوب خورشید احمد خاں بنام سید محمد عبداللہ قادری (راقم السطور) محررہ ۱۴ر مارچ ۱۹۹۵ء لاہور

وضعداری قائم رکھی۔ ان میں اسلامیہ کالج کے پروفیسر سید عبدالقادر، شیخ محمد اشرف، جو دینی کتابوں کے نامور ناشر تھے۔ اُن کے علاوہ یہی میاں اسلم اور مولانا مسلم۔ آج مولانا محمد بخش مسلم کے بارے میں سوچتا ہوں تو کچھ عکس سے ذہن کے پردے پر نمایاں ہونے لگے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ یہ عکس اپنے محترم پڑھنے والوں کے سامنے بھی لے آؤں تو پہلا عکس اس روز کا ہے جب جناب مسلم ایک جریدے ''کواپریشن'' کے ایڈیٹر تھے۔ یہ جریدہ کواپریٹو یونین کی طرف سے شائع ہوتا تھا اس کے بیشتر صفحات یونین کی سرگرمیوں کے لئے وقف ہوتے تھے تاہم بعض مضامین میں ادب کی چاشنی بھی ہوتی تھی۔ سول سیکرٹریٹ کے قریبی علاقے میں ان سے سرسری سی ملاقات ہو جاتی تھی۔ اصل ملاقاتیں اس وقت ہوئیں۔ جب وہ لوہاری دروازے کے باہر ظہیر الدین کے اردو بک سٹال میں آکر بیٹھنے لگے تھے۔

ظہیر مسلم صاحب کے معتقد خصوصی تھے اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے۔ مسلم صاحب نے انہی کے اصرار پر مسلم مسجد کے خطیب کی ذمہ داریاں سنبھالی تھیں۔ مسلم صاحب اُردو بک سٹال میں آتے تھے تو کوئی نہ کوئی کتاب لے کر اُس کے مطالعے میں گم ہو جاتے تھے۔ اس انہماک سے کتاب کا مطالعہ کرتے تھے کہ دوران مطالعہ انہیں کسی بات کا بھی خیال نہیں ہوتا تھا۔ مطالعے میں ان کا یہی انہماک میں نے اس وقت دیکھا تھا جب میں موہنی روڈ پر ہوتا تھا۔ مولانا کا مکان بھی یہیں ہوتا تھا۔ مولانا کے برادر نسبتی کے ساتھ ان کے مکان میں جایا کرتا تھا۔ عاشق میرے سکول فیلو تھے مجھے خوب یاد ہے کہ میں نے مولانا کو عام طور پر لکڑی کے ایک تخت پر ہی بیٹھے ہوئے مصروف مطالعہ پایا تھا۔ مولانا کو میں نے بھاٹی دروازے کے اندر بھی بارہا دیکھا تھا۔ بھاٹی دروازے کے اندر اونچی مسجد کے خطیب حضرت مولانا غلام مرشد تھے۔ جو ہر شام کو درسِ قرآن پاک بھی دیتے تھے۔ مولانا مسلم نے حضرت مولانا غلام مرشد سے ایک حد تک اخذ فیض کیا تھا۔ (۱)

---

(۱) نوائے وقت میگزین، لاہور: مضمون میرزا ادیب۔ ۶؍مارچ ۱۹۸۷ء

ڈاکٹر شہباز ملک

مولانا محمد بخش مسلم۔ مسلم مسجد لوہاری دے خطیب حضرت مولانا محمد بخش مسلم ہوراں دا خطبہ جمعہ، وعظ یاں تقریر جہناں وی سُنی اے اوہ جان دے نیں کہ مسلم ہوراں دے دل وچ اسلام تے پاکستان واسطے کناں درد اے کناں پیار تے کنی محبت اے۔ مولانا مسلم ہوری ۱۸۸۸ء وچ پیدا ہوئے ایس حساب نال مولانا دی عمر ایس ویلے ۹۳ ورھے دی اے، پر ماشاء اللہ صحت چنگی اے۔ مولانا پرانے زمانے دے بی اے نیں برصغیر وچ چلن والیاں تحریکاں نال عملی تے نظریاتی پدھر تے شامل رہے نیں۔ مولانا مسلم نے خلافت دی تحریک وچ حصہ لیا۔ ایدوں بعد علم دین شہید دی تحریک وچ حصہ پایا۔ مولانا دے اپنے بیان موجب جدوں علم دین شہید دا جسد خاکی سر شفیع دی ضمانت تے مسلماناں نے حاصل کیتا تے جنازے دے ویلے اک جوش سی، نہ ڈکے جان والا جوش ہر پاسے نعرے، غم تے غصے دی اگ پر کیوں جے مسلم لیڈراں نے امن دی ضمانت دتی ہوئی سی۔ ایس کر کے نظم تے ضبط وی ضروری سی۔ سر شفیع نے اوہناں (مسلم صاحب) نوں آکھیا ٹھاٹھاں ماردے ہجوم نوں قابو کرن لئی قرآن پاک دی تلاوت کرنا لے خطاب کریں قرآن پاک پڑھیا تے پھیر اپنے ایہہ شعر پڑھے:۔

جیوندی جان اوہ پیاریا علم دینا، جیون جوگیا موت نوں ماریا ای

جگاں تیک رہسی تیرا نام زندہ، زندہ بنی توں تن من واریا ای

سُک گئے دریا محبتاں دے، بیڑا ریت تے سجناں تاریا ای

الا اللہ کہہ کے چڑھیوں دار اُتے سروں عشق دا بھار اُتاریا ای

لاش رہی بے داغ ایمان وانگوں، ڈاڈھا جھوٹھ تے سچ نتاریا ای

جنت مانی او پُت ترکھان دیا، کنڈا کفر والا ڈاڈھا کڈھیا ای

تیشے نال محبت محمدی دے کنڈا کفر اپرادھ دا وڈھیا ای

آئی موت۔ حیات دا جام لے کے، مکھ بچیاں وانگ چاڈیا ای
اشکے بیلیا اوئے تیرے حوصلے توں، زندہ پھیر منصور کر چھڈیا ای
دنیا موت کولوں ایویں بھجدی اے موت، عاشقاں دے پردے کجدی اے
اوسے موت نال زندگی سجدی اے، جیڑی موت ہووے کسے پجدی اے

شہید گنج دی تحریک وچ حصہ لیا تے ایسے دور وچ ظفروال وچ ہندواں نے مسجد وچ اذان دین توں بند کیتا جس پاروں اک تحریک چلی۔ مسلماناں دے جلوس تے جماعتاں ظفروال جاندیاں سن۔ مولانا مسلم نے ایس دور وچ ایک جلوس دی قیادت کیتی ایہہ شعر اوس دور دی یادگار اے:

ظفروال چک بانگ پکاریئے تیغاں ہیٹھ نماز گزار لیئے
پہلاں لاش لیاندی علم دین دی، ہن ایہہ وی مورچا مار لیئے

ایسے قسم دی اک تحریک کشمیر وچ وی چلی جس دا کارن ایہہ سی کہ ایتھوں دے ہندواں جمعے دا خطبہ بند کروا دتا مسلماناں نے احتجاجی جلسے کیتے۔ جلوس کڈھے پنجاب وچ ایس تحریک دا زور ہویا لوگ کشمیری مسلماناں دی ایس جدوجہد وچ حصہ پان لئی کشمیر گئے۔ ایتھے کسے دا ایہہ شعر بڑا مشہور ہویا:

چلو بھائیو کشمیر جنت مل دی اے

مولانا مسلم نے اس تحریک وچ اپنی خطابت راہیں ودھیرا زور پیدا کیتا۔ لوکاں دے جذبہ اسلام نوں ودھیرا جگایا پھر جدوں پنجاب وچ ۵۶ فی صد حقوق دی تحریک چلی تے مولانا مسلم نال سن ۱۹۴۰ء بنارس وچ جدوں سنی کانفرنس ہوئی ایہدے وچ جماعت دے رکن دے طور تے شرکت کیتی پیر جماعت علی شاہ۔ پارٹی لیڈر سن ایس کانفرنس وچ قرارداد لاہور نوں بطور قرارداد پاکستان واضح کیتا گیا۔ ایسے جلسے وچ مولانا مسلم نے استاد عشق لہر دے پنجابی شعراں دا اُردو ترجمہ پیش کیتا۔

مسلم لیگ ولوں براہِ راست مطالبہ پاکستان دی تحریک ۱۹۴۰ء۔ ۱۹۴۷ء وچ مولانا مسلم اک ورکر دے طور تے شامل رہے۔ مسلم لیگی پراپیگنڈہ مہم وچ ایہہ شامل سن۔ مولانا دے بیان موجب اک وار قائداعظم ہوراں نے مہم تے جان توں پہلاں ایناں نوں پچھیا کیہ گلاں پنڈاں وچ کروگے؟ مولانا نے اکھیا اسی مسلم لیگ نوں ''مسلم لیک'' آکھاں گے کہ ایہہ اوہ لیک اے جیہڑی مسلمان تے غیر مسلمان نوں وکھ کردی اے جیہڑا ایس نوں چھڈ جاوے گا اوہ ساڈے وچوں یعنی مسلماناں وچوں نہیں ہووے گا۔ قائداعظم ایس استدلال توں خوش ہوئے سن۔ ایس دوران مولانا نے خطابت دے نال نال شعری حوالے نال تحریک پاکستان وچ حصہ لیا، سگوں مولانا مسلم اجے تیکر لبھے اکو اکلے لکھاری نہیں جنہاں ذی تحریک پاکستان دے حوالے نال نثر لکھی ملی اے تے ایہہ عشق لہر دی کتاب ''نغمہ پاکستان'' اے پنجابی نثر وچ دیباچہ اے۔

مولانا نے اپنے دیباچے وچ لکھیا اے کہ ''لیگ دے بابے جناح نے پاکستان دی لہر چلائی پنجابی شاعراں دے بابے عشق لہر نے ایس دریا وچ ہر طوفان توں بے ڈر ہو کے چھال ماری، مولانا لکھدے نیں۔

> ''اوہدیاں شعراں نے دل دیاں خشک ولاں نوں ہریا بھریا کر چھڈیا پرچیاں دی جنگ وچ اوہدے پڑھے ہوئے اک اک حرف نے اوہو کم کیتا جیہڑا جہاد دا خطبہ دین والے خطیب دی پکار تے غازی دی تلوار دی چمکار کردی اے اوہدیاں لیگی نظماں بڑیاں کامیاب ہویاں۔'' (نغمہ پاکستان، ص ۵)

اپنے دیباچے دے آخر تے مولانا نے لکھیا اے کہ مسلم لیگ دی ہر شاخ نوں چاہیدا اے کہ اوہ عشق لہر دیاں لیگی نظماں نوں ودھ توں ودھ خرید کے پنڈاں تے شہراں وچ ونڈے، ایس حوالے نال مولانا دا ایہہ نثر وچ لکھیا دیباچہ مطالبہ پاکستان نوں مقبول بنان وچ مدد دیندا نظر آوندا اے آخر تے مولانا دے تحریک پاکستان دے حوالے نال لکھے شعر ملاحظہ فرماؤ:

جیہڑا چھڈ جماعت جاوے اوہنوں کریئے آڈوں پار
من لے پیارے پاکستان من لے پیارے پاکستان
پاکستان نال کرلے پیار(۱)

حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری

حضرت مولانا محمد بخش مسلم۔ بے لوث عالم دین، محبّ وطن پاکستانی اور تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن تھے۔ آپ بڑے سمجھ دار، موقع شناس اور معاملہ فہم تھے۔ آپ نے اتحاد بین المسلمین کے لئے اعلیٰ کردار ادا کیا۔ آپ کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے گہری عقیدت تھی۔ آپ دو قومی نظریہ کے بے باک مبلغ تھے۔ آپ کا کردار اور اخلاق مثالی تھا۔ جھوٹ غیبت اور تخریبی کارروائیوں سے دور رہتے تھے۔ مولانا مسلم بی اے کو اعلیٰ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ آپ اکثر و بیشتر شرق پور شریف میں حضرت میاں صاحب علیہ الرحمہ کے عرس مبارک کی محفلوں میں شمولیت فرمایا کرتے تھے۔ اگرچہ آپ کو حضرت میاں صاحب علیہ الرحمہ سے بیعت کا شرف حاصل نہ تھا۔ لیکن آپ کے آستانے کو اپنا پیر خانہ ہی سمجھتے تھے اور آپ علیہ الرحمہ کی تعلیمات اور کارہائے نمایاں کو اجاگر کرنا اپنا فریضہ سمجھتے تھے اُن کا خلوص شرافت دیانت اور بے لوث دینی خدمات قابل تقلید ہے۔

آپ نے اعلیٰ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمہ سے منقبت کی صورت میں اظہار عقیدت کیا ہے، جس کی فوٹو کاپی پیش خدمت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل حضرت مولانا محمد بخش مسلم پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

خاک پائے شیر ربانی
(میاں) جمیل احمد شرقپوری

---

(۱) آزادی دے مجاہد لکھاری (تحریک پاکستان تے پنجابی ادب) از شہباز ملک مکتبہ میری لائبریری، لاہور نمبر ۲۔ ۱۹۸۱ء، ص ۳۰ تا ۳۳

(۲) مکتوب میاں جمیل احمد شرقپوری بنام سید محمد عبداللہ قادری (راقم الحروف) ۶ رفروری ۱۹۹۵ء

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

"مولانا محمد بخش مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ اسلام اور تحریک پاکستان کے مجاہد تھے اور رومی ٹوپی پہنتے، حافظہ غضب کا تھا، کسی بھی موضوع پر برجستہ طویل خطاب کر سکتے تھے۔ جامع مسجد صدیقیہ انجن شیڈ لاہور میں اکثر تشریف لاتے اور خطاب فرماتے تھے ایک دفعہ سلام پڑھا جا رہا تھا، مائیک پکڑ کر اپنے سامنے کر لیا اور برجستہ یہ شعر پڑھا:

جس نے لکھا ہے یہ ایسا پیارا سلام
اس کی پُرنور تربت پہ لاکھوں سلام

ایک دفعہ انڈونیشیا کا ایک وفد داتا دربار حاضر ہوا، ایوب خاں اور صدر سوئیکارنو کا دور تھا، مولانا مسلم کو دعا کے لئے درخواست کی گئی انہوں نے دعا کرتے ہوئے، فی البدیہہ یہ شعر پڑھا:

تیرا ہے سوئیکارنو تیرا ایوب خان ہے
تیرا ہے انڈونیشیا، تیرا پاکستان ہے

ان کی وفات سے دو تین دن پہلے حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب مدظلہ، اور راقم ان کی عیادت کے لئے گئے، گھر والوں نے بتایا کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ جب اُن کی چارپائی کے پاس پہنچے تو انہوں نے چہرے سے لحاف ہٹا دیا اور کہنے لگے میں تو بالکل ٹھیک ہوں گھر والوں نے مجھے بیمار بنا رکھا ہے، پھر جو گفتگو شروع کی تو اپنی ذات کے بارے میں، مسلک اہل سنت، پاکستان اور عالم اسلام کے بارے میں بڑی مربوط اور مفصل گفتگو کی۔

ایک دفعہ جامعہ نظامیہ رضویہ میں تشریف لائے اور جامعہ کے لیٹر پیڈ پر لکھ کر دیا کہ میں بریلوی ہوں اور اسی مسلک پر دنیا سے رخصت ہونا چاہتا ہوں۔ (۱)

---

(۱) مکتوب مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری بنام سید محمد عبداللہ قادری۔ ۲۱ اپریل ۱۹۹۵ء

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

مولانا محمد بخش مسلم بی اے لوہاری دروازے کے باغ میں جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے۔ آج یہاں ایک بلند و بالا مینار کے ساتھ "مسلم مسجد" سر اٹھائے کھڑی ہے ان دنوں وہاں صرف کارپوریشن کا باغ تھا اور ایک چھوٹی سی مسجد تھی جس کے محراب کے ساتھ پھلیروں (گل فروشوں) کی چھابڑیاں تھیں۔ مولانا مسلم، علم دین اور انگریزی زبان پر یکساں عبور رکھتے تھے گوراچٹا رنگ اور سر پر سرخ ترکی ٹوپی مولانا کا خصوصی نشان تھا۔ آپ عظمت اسلام پر تقریر کرتے تو انگریزی کے دلچسپ مکالمے فرفر بولتے۔ خوش آواز تھے۔ انداز بیان میٹھا تھا لوگ جوق در جوق آتے۔ نوجوان طبقہ خصوصاً کالجوں کے طلبا ان کی تقریر سننے کا اہتمام کرتے تھے۔ میں نے کئی بار دیکھا کہ مولانا مسلم تقریر کر رہے ہیں اور ان کے مجمع کے باہر ہندو عورتیں اور مرد ان کی تقریر سن رہے ہیں۔ ایک زمانہ آیا کہ مجھے مولانا محمد بخش مسلم مرحوم کے ساتھ بڑی طویل مجالس کا موقع ملا۔ مجھے آپ نے بتایا کہ میری تقریر سے متاثر ہو کر پاکستان بننے سے پہلے ایک سو سے زیادہ ہندو مرد اور عورتیں مسلمان ہوئے تھے۔ مولانا محمد بخش مسلم "تحریک پاکستان" کے زبردست ترجمان تھے۔ وہ مسلم لیگ کے منشور کے زبردست حامی تھے۔ وہ احراری، خاکساری اور کانگریسی مولویوں کے مقابلے میں "نظریہ پاکستان" پر بڑی توانائی سے خطاب کیا کرتے تھے۔ آپ کے سامعین کا حلقہ اہل علم و ذوق کا حلقہ تھا۔ یہ لوگ سیاسی شعور کے مالک تھے۔ پاکستان بننے کے بعد مولانا مسلم، علمائے اہل سنت کی ایک ٹیم کے ساتھ ملک بھر میں "نظامِ مصطفےٰ" اور "قانون اسلامی" کے نفاذ میں سرگرم رہے اس ٹیم میں شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی وزیر آبادی، مولانا غلام دین صاحب لوکوشیڈ، مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں، مولانا ابوالحسنات قادری خطیب مسجد وزیر خاں، مولانا محمد شریف نوری، مولانا محمد عمر اچھروی اور مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری راولپنڈی جیسے بلند پایہ خطیب تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم۔ ان علماء نے ملک بھر میں دینی قیادت کے فرائض سرانجام دیئے، مولانا مسلم خطیب ہونے کے ساتھ

ساتھ ایک ادیب، ایک مصنف اور ایک مقالہ نگار دانشور بھی تھے۔ ان کی کئی تالیفات آج بھی اہل ذوق کے مطالعہ کا حصہ ہیں۔ (۱)

ڈاکٹر سعید احمد اسحاق نقشبندی فریدی

”ایک چراغ اور بُجھا“

خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را

۱۸ر فروری ۱۹۸۷ء تاریخ پاکستان میں ایک عظیم شخصیت جس کا ایک ایک سانس اور ایک ایک دھڑکن عظمت اسلام، محبت رسول مقبول ﷺ اور بقائے پاکستان کے لئے وقف تھے، یعنی مفکر اسلام، نقیب اتحاد اسلامی، خطیب اہل سنت، حضرت العلام مولانا محمد بخش مسلم بی اے رحمۃ اللہ علیہ اس دار فانی میں پوری ایک صدی گزار کر عشق و محبت محبوب اکرم ﷺ کی جوت جلا کر عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئے۔ (اناللہ و انا الیہ راجعون۔)

حضرت علامہ سے عرصہ تقریباً پینتیس سال سے نیاز مندی کا شرف حاصل تھا۔ علم و فضل کا سمندر پیکر کا اخلاص اور قوم کا درد مند بیباک نقاد خال خال ہی ہوتا ہے اور حضرت میں یہ تمام خوبیاں بدرجہ اُتم موجود تھیں۔

تحریک پاکستان میں حضرت قائداعظم علیہ الرحمہ کے دست راست کے طور پر رائے عامہ کو وطن عزیز کے لئے ہموار کرنا اور دلائل قرآنیہ اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں نظریہ پاکستان (دوقومی نظریہ) کی ترویج و اشاعت میں آپ کی مثال نہیں آخری وقت پر پاکستان زندہ باد اور لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا سبق از سر نو یاد کرا دیا۔ یعنی پاکستان کا استحکام عظمت خدا جل جلالہ و عظمت مصطفےٰ ﷺ سے ہی ممکن ہے۔

خداوند قدوس حضرت علامہ مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ کو جوار محبوب علیہ السلام میں جگہ عطا فرمائے اور روز محشر سرخروئی کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ آمین (۲)

---

(۱) لاہور کے علماء کرام کی یادیں، مضمون پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، ماہنامہ جہانِ رضا، لاہور اپریل ۱۹۹۴ء ص ۴۲، ۴۳

(۲) ماہنامہ انوار الفرید، ساہیوال۔ مارچ ۱۹۸۷ء

خالد محمود ربانی

۱۷ر فروری: تحریک پاکستان کے ایک بے لوث سپاہی شعلہ بیان مقرر، خطیب اور اسلامی قدروں کے زبردست مبلغ مولانا محمد بخش مسلم لاہور میں آخری وقت تک مصروف رہتے ہوئے رحلت کر گئے۔ اگلے دن ۱۸ر فروری کو اُن کی عمر پورے سو سال ہو رہی تھی۔ مولانا محمد بخش مسلم خلوص اور بھائی چارے کی ایک تابندہ علامت تھے۔ (۱)

میاں شجاع الرحمن میئر لاہور

مولانا محمد بخش مسلم کا نام نامی تحریک پاکستان کی تاریخ میں ایک مصلح اور مجاہد کے طور پر نقش ہو گیا ہے اور مولانا کے کارناموں اور خطابت پر اہل لاہور کو خاص طور پر فخر ہے۔ مولانا کی خدمات کے اعتراف میں اور ان کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے لاہور کے کسی معروف چوک کو مولانا محمد بخش مسلم کے نام سے منسوب کیا جائے گا اور اُن کی خدمات کے بارے میں کتبہ بھی وہاں نصب کیا جائے گا۔ (۲)

میاں امیر الدین

میاں امیر الدین نے اپنی تصنیف ''یاد ایام'' میں مولانا محمد بخش مسلم کا یوں ذکر کیا ہے۔ ۱۹۳۶ء میں صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں، کے ایل گابا میرا حریف تھا۔ اُن دنوں مسلم لیگ دو حصوں میں تقسیم تھی۔

میرے مخالف خلیفہ شجاع الدین تھے جن کو علامہ محمد اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح کی حمایت حاصل تھی۔ میرے ساتھی محض مولانا محمد بخش مسلم تھے۔ (۳)

---

(۱) ۱۹۸۷ء کیسی کیسی صورتیں، تحریر و ترتیب، خالد محمود ربانی، نوائے وقت میگزین (جمعہ) یکم جنوری ۱۹۸۸ء

(۲) روزنامہ جنگ، لاہور۔ ۲۰ر فروری ۱۹۸۷ء

(۳) یاد ایام از میاں امیر الدین، مطبوعہ کتب خانہ انجمن حمایت اسلام ریلوے روڈ لاہور اپریل ۱۹۸۳ء

ڈاکٹر وحید قریشی

گرامی نامہ ملا۔ مولانا محمد بخش مسلم کے سلسلے میں شاید میں کوئی مدد نہ کر سکوں گا۔ ان سے ملاقاتیں تو رہیں لیکن بہت سرسری۔ زیادہ اُن کی دوستی ظہیر صاحب سے تھی۔ ظہیر صاحب سے استقلال پریس مسلم مسجد لوہاری دروازہ لاہور کے پتہ پر رابطہ کیجئے۔ (۱)

اداریہ روزنامہ ”نوائے وقت“

تحریک پاکستان کے معروف کارکن اور نامور عالم دین مولانا محمد بخش مسلم گزشتہ روز لاہور میں انتقال کر گئے۔ اُن کی عمر ایک سو سال تھی۔ مولانا مرحوم کا شمار اُن علماء میں ہوتا تھا جنہوں نے جدوجہد آزادی اور قیام پاکستان کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور مسلم لیگ کے ایک پرجوش مبلغ کارکن کی حیثیت سے اسلامیان برصغیر کو دوقومی نظریہ کی اہمیت وافادیت سے آگاد کیا۔ وہ ایک خوش الحان مقرر کی حیثیت سے پنجاب کے علاوہ ملک کے دوسرے صوبوں میں بھی مقبول تھے اور اپنی مقبولیت کو انہوں نے ہمیشہ ملک وقوم کے اتحاد و یگانگت کے جذبات کے فروغ کے لئے استعمال کیا۔ اپنی مرنجاں مرنج طبیعت اور صلح کل مشرب کے سبب اُن کا تمام مکاتب فکر میں احترام کیا جاتا تھا۔ اور وہ عمر بھر امت کو اتحاد واتفاق کی تلقین کرتے رہے۔ مولانا مرحوم کو یہ فخر بھی حاصل تھا کہ وہ علامہ محمد اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہما کے جاں نثار ساتھیوں میں سے تھے اور اپنی اس حیثیت میں انہوں نے مسلم لیگ کا پیغام برصغیر کے طول وعرض میں پہنچایا تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی اسلام کی تبلیغ اور اصلاح معاشرہ کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ ان کی وفات سے تحریک پاکستان کا ایک ہیرو اور اسلام کا انتہائی مخلص مبلغ ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عاشق رسول (ﷺ) کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (۲)

---

(۱) مکتوب ڈاکٹر وحید قریشی بنام سید محمد عبداللہ قادری، ۲۰ رجون ۱۹۹۵ء

(۲) روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ ۱۹ رفروری ۱۹۸۷ء

مضمون "سیّد نور محمّد قادری"

مولانا محمد بخش مسلم بیک وقت عالم بھی ہیں ادیب اور شاعر بھی۔ مبلغ اور شعلہ بیان خطیب بھی۔ آپ کی ۸۷ سالہ زندگی، دینی، علمی اور سیاسی ہنگاموں سے عبارت ہے۔ آج سے نصف صدی پہلے کے مسلم زعما کے ساتھ مولانا مسلم کے گہرے روابط تھے، خصوصاً حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے تو آپ خلوت وجلوت کے ساتھی تھے۔ تحریک پاکستان اور انٹی قادیانی تحریک میں بھی آپ کا کردار بڑا نمایاں اور مرکزی رہا ہے، اسلامی مشاورتی کونسل کے رکن کی حیثیت سے بھی آپ نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

۳۰ر جولائی ۱۹۷۸ء کو ماہنامہ "فیضان" لاہور کے دفتر میں مدیران فیضان کی وساطت اور اہتمام سے آپ سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں نے مولانا کی ہنگامہ خیز اور ہنگامہ زار زندگی سے متعلق چند سوالات کئے جن کے مفصل جوابات سے ازراہِ کرم انہوں نے نوازا، یہ چند سطور ان ہی سوالات اور جوابات کی روشنی میں قلمبند کی جا رہی ہیں۔

مولانا محمد بخش مسلم مدظلہ العالی ۲۶ر دسمبر ۱۸۹۱ء کو چھتہ بازار لاہور میں میاں پیر بخش مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے طبیعت مذہب اور علم وادب کی طرف مائل تھی، ہوش سنبھالا تو مولانا غلام مرشد اور مولانا پروفیسر اصغر علی صاحب روحی رحمۃ اللہ علیہ جنڈی ویہڑا اندرون بھاٹی میں اپنے اپنے درس قرآن سے اہالیانِ لاہور کو مستفیض فرمایا کرتے تھے۔

۱۲۔۱۹۱۱ء کے لگ بھگ آپ نے منشی فاضل کرنے کا ارادہ کیا تو عربی کتب مولانا اصغر علی صاحب روحی اور فارسی کتب مولانا احسان اللہ شاہ جہانپوری برادر ملک برکت علی (ملک برکت علی صاحب مسلم لیگ کے عظیم لیڈر تھے۔ برکت علی محمڈن ہال لاہور انہیں کے نام سے منسوب ہے) سے پڑھنی شروع کیں اور بڑے امتیاز کے ساتھ منشی فاضل کے امتحان میں کامیاب ہوئے۔ منشی فاضل کرنے کے بعد ۱۹۱۸ء میں بی اے میں بھی کامیابی حاصل کر لی۔

اسی زمانہ میں آپ نے اپنی پہلی کتاب ''اسلام اور مساوات'' مرتب کی جو بڑے سائز کے ۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب اردو زبان میں اپنے موضوع پر شاید پہلی کوشش ہے۔ کتاب کے شروع میں برصغیر کے مشہور فاضل پروفیسر محمد دین تاثیر مرحوم سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور کا لکھا ہوا ''تعارف'' بھی ہے جو تین صفحات پر مشتمل ہے۔ اور غالباً تاثیر صاحب کے مضامین و مقالات میں یہ تعارف شامل نہیں۔ اس طرح یہ تعارف ایک نادر تحریر کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اس کتاب یا کتابچہ کی نایابی کا یہ عالم ہے کہ اب مصنف مدظلہ کے پاس بھی اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔

مولانا کے زمانۂ شباب میں لاہور میں اسلامی درسگاہوں میں انجمن نعمانیہ، درس وڈا میاں، مدرسہ حمیدیہ اور حزب الاحناف نمایاں حیثیت کی حامل تھیں اور اس دور کے علماء میں سے مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اصغر علی روحی، مولانا محمد ذاکر بگوی، سید محمد دیدار علی شاہ صاحب الوری، حافظ خادم حسین اور مولانا غلام مرشد لاہور کی دینی و مذہبی فضا پر چھائے ہوئے تھے اور مولانا کے ان سب کے ساتھ نیازمندانہ تعلقات قائم تھے۔ مولانا غلام قادر بھیروی کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ اتنا بڑا صاحب علم و فضل، متدین، مخلص اور باعمل عالم ان کے بعد میری نظر سے نہیں گزرا، اب اس زریں دور کے علماء میں سے مولانا غلام مرشد اور خود مولانا مسلم رہ گئے ہیں۔

مولانا مسلم اور مسلم مسجد ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ اس مسجد کے ساتھ آپ کے تعلقات کیسے اور کب قائم ہوئے؟ اور مسجد کی موجودہ شاندار ہیئت کیسے عالم وجود میں آئی؟ تو آپ نے سرد آہ بھری اور اس دلچسپ اور دل افروز داستان کو ذرا تفصیل سے بیان فرمایا جو کچھ یوں ہے:

''۲۵-۱۹۲۴ء میں جب شدھی اور سنگٹھن کی تحریک زوروں پر تھی تو دیو سماج اور ہندو مہا سبھا کے مبلغوں نے کوچہ ڈوگراں کے چند نومسلموں کو شدھی کر لیا اور انہوں نے ازسرنو

ہندومت قبول کرلیا۔ ظاہر ہے کہ اس سے اہل محلّہ بہت متاثر اور رنجیدہ ہوئے اور خاص طور پر ایک نوجوان محمد اکبر خاں ولد محمد بخش تو اس سانحہ سے بہت ہی زیادہ متاثر ہوا وہ لاہور کے کئی علماء دین کے پاس گیا کہ وہ اس سلسلہ میں اہل محلّہ کی امداد فرمائیں تاکہ مزید کوئی اور شخص اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائے۔ لیکن کسی نے بھی اس کی نہ سنی آخر اسے کہیں سے پتہ چلا کہ چھتہ بازار میں ایک نوجوان عالم رہتا ہے جو اچھا مقرر بھی ہے اور اسلام سے سچی محبت بھی رکھتا ہے، چنانچہ ایک دن وہ میرے گھر پہنچا اور بڑے ہی دردمندانہ انداز میں مجھ سے اپیل کی کہ میں اس سلسلہ میں ان لوگوں کی مدد کروں۔ میں اس کے اسلامی جذبہ سے بہت متاثر ہوا اور اس کے ساتھ وعدہ کیا کہ اسلام کی سربلندی کے لئے جو کچھ بھی کر سکتا ہوں کروں گا۔

ان دنوں مسلم مسجد کے قریب ہی بیرون موچی دروازہ اسلام، ہندوازم اور عیسائیت کے مبلغ اپنے اپنے مذہب کی حمایت میں کھلے بندوں تقریریں کیا کرتے تھے اور ہر مذہب کے لوگ کثیر تعداد میں ان مبلغوں کی تقریروں کو سنتے اور اثر پذیر ہوتے۔ کوچہ ڈوگراں والے نومسلم بھی موچی دروازہ کی تقریروں ہی سے متاثر ہو کر مرتد ہوئے تھے۔ چنانچہ میں نے ہر روز موچی دروازہ کے باہر مذہب اسلام کی روحانیت اور ہندومت وعیسائیت کے کذب و مکروفریب کی دھجیاں بکھیرنی شروع کردیں۔ میری تقریر میں ایک خاص بات یہ ہوتی کہ میں مذہبی کتب کے علاوہ یورپ کے مدبرین علماء اور مفکرین کے اقوال بھی اپنی شہادت میں پیش کرتا، جس کی وجہ سے جدید پڑھا لکھا طبقہ میری تقریر سے زیادہ متاثر ہوتا۔ میری تقریروں کا یہ اثر ہوا کہ کوچہ ڈوگراں والے اسلام سے برگشتہ افراد نہ صرف از سر نو مسلمان ہو گئے بلکہ مچھی ہٹہ کے چند ہندو بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ مولانا مسلم کے مشنری جذبہ اور دلپذیر تقریروں سے متاثر ہونے والوں میں خدا بخش پہلوان مرحوم بانی و مالک نعمت کدہ ہوٹل بیرون لوہاری، ظہیر دین صاحب مالک استقلال پریس اور شیخ محمد دین مالک پتھراں والی دکان بھی شامل تھے۔ انہوں نے مولانا سے کہا کہ وہ ہر جمعہ کو جمعہ کی نماز سے پہلے مسجد میں تقریر کیا کریں جسے

مولانا نے منظور کرلیا اور ہر جمعہ کو ان کی تقریر نماز جمعہ سے پہلے مسجد میں ہونے لگی۔ جسے سنن کے لئے دور دور سے لوگ آتے، چونکہ حاضرین کی تعداد ہر جمعہ کو بہت ہو جاتی جس کی متحمل مسجد کی مختصر سی عمارت اور صحن نہ ہوسکتا تھا چنانچہ ۱۹۲۵ء میں مسجد کی توسیع کے لئے ایک مجلس ''انجمن خادم المسلمین'' بنائی گئی جس کے صدر خدا بخش پہلوان اور سیکرٹری شیخ محمد دین چ گئے۔ ممبروں میں ظہیر دین صاحب مالک استقلال پریس مولانا مسلم اور دیگر کئی اصحاب تھے۔ مسجد کی توسیع شروع ہوگئی یہاں تک کہ تحریک پاکستان کا زمانہ شروع ہوگیا۔ حقانیت اسلام کے ساتھ ساتھ تحریک پاکستان بھی اب مولانا کا خاص موضوع بن گیا۔ یہاں آئے دن تحریک پاکستان کے بڑے بڑے جلسے ہونے لگے، ان جلسوں میں پشاور سے لے کر کلکتہ تک کے مسلم زعماء شریک ہوتے۔

آپ نے فرمایا کہ جس وقت میں نے بیرون موچی دروازہ اسلام کی حقانیت پر لیکچر دینا شروع کئے اس وقت مسجد کے خطیب مولانا فیروز الدین ساکن لوہاری گیٹ تھے، جب و اللہ کو پیارے ہو گئے تو میں مستقلاً مسجد کا خطیب چنا گیا اور ابھی تک یہ سعادت مجھے حاصل ہے اگرچہ ۱۹۷۵ء سے محکمہ اوقاف مسجد پر قبضہ کر چکا ہے۔

مسجد کی موجودہ شاندار عمارت کے سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ موجودہ مسجد کی بنیاد اینٹ حضرت مولانا عبدالصمد صاحب نے ۹ رجون ۱۹۵۰ء کو بروز جمعہ رکھی اور زرِ کثیر کے صرف سے یہ مسجد دس سال میں تیار ہوئی۔

آپ نے فرمایا مسجد سے ملحق دو بزرگوں کے معمولی سے مزار بھی تھے جنہیں مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی نئے سرے سے پختہ اور شاندار بنایا گیا ہے۔ جب مولانا سے دریافت کیا یہ مزار کن بزرگوں کے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ میں تبلیغی جتھے قائم کئے ہوئے تھے جنہیں ''سنگ'' کہا جاتا تھا یہ سنگ سارا سال ہندوستان کے مختلف حصوں میں بے سروسامانی کی حالت میں

تبلیغ اسلام کرتے رہتے۔ اسی طرح کا ایک سنگ لاہور سے گزر رہا تھا کہ ان کے دو ساتھی یہاں فوت ہو گئے اور یہ مزاران دونوں بزرگوں کے ہیں۔

جب تحریک پاکستان کے سلسلہ میں ان کے دوستوں اور مسلم لیگ کے حامی علماء کا ذکر چھڑا تو فرمانے لگے حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی علیہ الرحمہ، مولانا ابوالحسنات، حافظ پیر جماعت علی شاہ صاحب، مولانا عبدالغفور ہزاروی، پیر صاحب مانکی شریف، حافظ خادم حسین اور مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش، بہت یاد آتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے مخلص تھے اور بڑی صلاحیتوں کے مالک تھے، ان لوگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتیں امت محمدیہ کے مفاد کے لئے وقف کی ہوئی تھیں۔ خصوصاً پیر جماعت علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ اور مولانا عبدالحامد بدایونی، نے تحریک پاکستان کے دوران جو کارنامے سرانجام دیئے ہیں وہ بھلائے نہیں جا سکتے۔

میرے اس سوال پر کہ آپ کے حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ سے تعلقات کی ابتدا کیسے ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا کہ پروفیسر محمد دین تاثیر اور محمد بشیر ابن مولانا احسان اللہ شاہجہانپوری کے حضرت علامہ سے گہرے تعلقات تھے۔ ۱۹۲۶ء میں جب حضرت علامہ پنجاب اسمبلی کی رکنیت کے لئے کھڑے ہوئے تو انہیں ایک ایسے آدمی کی تلاش ہوئی جو ان کی انتخابی مہم کو منظم کرنے اور چلانے کی صلاحیت رکھتا ہو اس کا ذکر انہوں نے احباب سے کیا تو تاثیر صاحب نے میرا نام لیا اور کہا کہ وہ با صلاحیت جوان ہے اور اس کام کا اہل ہے۔ اگر یہ مہم اس کے سپرد کی گئی تو وہ احسن طریقہ سے اسے سرانجام دے گا۔ حضرت علامہ علیہ الرحمہ کو تاثیر صاحب کی یہ تجویز پسند آئی۔ چنانچہ دوسرے روز تاثیر صاحب اور بشیر صاحب مجھے حضرت علامہ کی خدمت میں لے گئے۔ انہوں نے مجھ سے کئی باتیں دریافت کیں، میرے جوابات سے بہت مطمئن اور مسرور ہوئے اس طرح مجھے حضرت علامہ کی اس انتخابی مہم کو چلانے اور منظم کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس کے بعد ان سے مستقل راہ و رسم پیدا ہو گئی اور جب تک وہ زندہ رہے میں باقاعدگی سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ چونکہ میں خوش آواز بھی

تھا۔ حضرت علامہ اکثر مجھ سے اپنا اور دیگر اساتذہ کا کلام بھی سنا کرتے تھے۔

مولانا سے میں نے عرض کیا کہ آپ کے تعلقات چونکہ حضرت علامہ سے کافی گہرے رہے ہیں اس لئے حضرت علامہ کا کوئی خاص ایسا واقعہ یا بات سنائیں جو قارئین کے لئے نئی بھی ہو اور موٴثر بھی، تو مولانا نے ارشاد فرمایا، ایک دن میں حضرت علامہ سے جرأت کر کے یہ پوچھ بیٹھا کہ کیا آپ بھی کسی بزرگ سے بیعت ہیں؟ تو آپ پر ایک کیفیت طاری ہوگئی اور کچھ دیر کے لئے چپ ہو گئے پھر فرمایا مسلم صاحب ایک دن جو میری قسمت نے یاوری کی تو میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں پہنچ گیا اور حضرت علیہ الرحمہ نے بکمال عنایت مجھے بنفس نفیس بیعت فرمایا۔ مسلم صاحب نے فرمایا اس وقت میں اکیلا ہی نہیں بلکہ مجلس میں خواجہ فیروز الدین بیرسٹر، ملک میراں بخش ککے زئی پروفیسر محمد دین تاثیر اور شیخ غلام مصطفٰے اس میں موجود تھے۔ (مولانا مسلم صاحب نے یہ واقعہ راقم الحروف کو خاص طور پر درج مضمون کرنے کے لئے کہا)۔

مولانا شعر و ادب سے گہرا تعلق رکھنے کے ساتھ ساتھ بے شمار کتابوں کے مصنف، موٴلف اور مترجم بھی ہیں، اس وقت آپ کی کم و بیش پانچ درجن کے قریب تصنیفات اور تالیفات زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں، چند ایک کے نام ملاحظہ ہوں:

(۱) اسلام اور مساوات۔
(۲) حقائق القرآن۔
(۳) مقروض قوم۔
(۴) ختم رسالت۔
(۵) بیان الاخلاق۔
(۶) آزاد پاکستان۔
(۷) تعلیم اسلام۔
(۸) خطبات مسلم۔
(۹) اقبال اور پاکستان۔
(۱۰) نظام مصطفٰے۔ وغیرہ

یہ ہے مختصر سا خاکہ مولانا مسلم کی زندگی اور ان کے کارناموں کا بشرطِ زندگی جلد ہی ان پر ایک طویل مقالہ لکھنے کا ارادہ ہے۔

کتُب مسلم بی اے، پر چند مشاہیر کی تحریریں

○ ڈاکٹر محمد الدین تاثیر

○ حکیم غلام نبی ایم اے

مُقدمہ

مساوات اسلامیہ

(میاں محمد الدین صاحب تاثیر ایم۔ اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور)

مدت کی بات ہے کہ میں ایک عزیز کو ایک مغربی سیاح کا سفرنامہ ترجمہ کر کے سُنا رہا تھا۔ مصنف نے مراکو، الجیریا، مصر، ٹرکی، ایران، وسط ایشیا، افغانستان، چین اور پنجاب کو ایک لڑی میں پرو دیا تھا۔ اور بہت سی امتیازی خصوصیات گنوا کر یہ لکھا تھا کہ مسلمانانِ عالم میں جو بات سب سے عجیب تر ہے وہ ایک دوسرے کو ایک جیسا سمجھنا ہے۔ اس کی سب سے زیادہ قائل کر دینے والی مثال جو اس نے دی۔ وہ نماز باجماعت تھی۔ کیسے غریب و امیر۔ زنگی و رومی۔ گورے اور کالے سب پہلو بہ پہلو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیسے خلیفۃ المومنین کے ساتھ ایک چیتھڑے پہننے والا نادار ہمدوش ہوتا ہے۔ میرے عزیز نے مغربی سیاح کے کلمات استعجاب کو سنا اور حیرت سے فرمایا: ''یہ صحیح تو ہے لیکن اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟'' بیشک اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں، لیکن کس کیلئے خدا کو ایک ماننے والے مسلمان کے لئے۔

پیشِ مولا بندہ و آقا یکیست

مسلمانوں کے دلوں میں مساوات کا تصور اس قدر رچ گیا ہے۔ ایک ایسا بدیہی امر ہو گیا ہے کہ وہ اس کے خلاف کسی دستور کو ممکن تصور ہی نہیں کر سکتے۔ اور اس طرح محض ایک نظریئے کو زندہ حقیقت بنا دینا ایک سچے مذہب کے علاوہ کسی سے ممکن نہ تھا۔

اسلام سے پہلے کئی کتابوں میں مساوات کی برکات کا تذکرہ ہوگا۔ کتابوں میں کیا نہیں ہوتا۔ لیکن یہ واقعہ اور کہیں نہیں ہوا۔ کہ اگر پیغمبر اسلام کے عہد میں ایک حبشی غلام سے

شادی کیلئے اعلیٰ ترین قریش خاندان اپنی لڑکیاں پیش کر رہے ہیں تو اس سے صدیوں بعد مسلمان احرار پر غلاموں کا خاندان حکمران ہے۔ دنیا کے برگزیدہ آدمیوں کی شخصیت کا اثر ان کی زندگی میں غیر معمولی باتوں کو معمولی بنا سکتا ہے، لیکن تیرہ صدیوں کے بعد تک وہی اثر قائم رہنا۔ یہ تھا وہ کمال جس پر مغرب۔ کے نکتہ بین سیاح کو تعجب ہوا اور اس تعجب پر میرے عزیز کا تعجب گویا اس امر کی تائید مزید تھی کہ مسلمان کے دل میں مساوات کا روشن تصور کس قدر زندہ و پائندہ ہے۔ میرے عزیز کو کیا معلوم کہ مساوات کے دیوتا کے مغربی پرستار کس قدر ریا کار واقع ہوئے ہیں۔ گورے رنگ والوں کے گرجے میں کالے رنگ والے نہیں جا سکتے۔ زیادہ امیروں کی نشستوں کے پاس کم امیر نہیں بھٹک سکتے۔ اور مغرب کی کیا بات ہے۔ اپنے یاران وطن کو لو۔ جو آزادی ہر ایک کا مادری حق گردانتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایک انسان دوسرے انسان کو چھو جانے سے ناپاک ہو جاتا ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ یہ ناپاک انسان یہ ملیچھ آکر اس برتاؤ سے نفرت کر کے ہم سے اتحاد و یگانگت محبت و عقیدت کا دم نہیں بھرتا تو دشمنِ وطن ہے۔ دشمنِ آزادی ہے۔ کشتنی، سوختنی اور گردن زدنی ہے۔

یہ واضح رہے کہ اسلامی مساوات کے یہ معنی نہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان سے زیادہ ذہین، زیادہ قوی، زیادہ کارآمد نہیں۔ اسلام ایک فطرتی قانون ہونے کی وجہ سے حقائق سے انکاری نہیں۔ مگر اسلام ان امتیازی صفات کو ایک دوسرے کو مٹانے، ذلیل کرنے، کم کارآمد ہونے میں صرف کرنے سے روکتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآنی نظریہ مساوات جامۂ عمل پہن سکا۔ ورنہ آج روس میں مساوات کا کچھ کم چرچا نہیں۔ مگر وہاں فطرت کے پیدا کردہ امتیازات سے آنکھیں بند کر لی گئیں ہیں۔ امیر اور غریب کو امیر و غریب رکھ کر ضروری اصلاح نہیں کی گئی۔ بلکہ امیر کو غریب بنایا جا رہا ہے۔ چنانچہ آج وہاں تمام ملک افلاس و قلتِ اسباب کا شکار ہو رہا ہے۔ یہ ہے الہامی اصول سے روگردانی کر کے عقل کو مشعلِ راہ بنانے کا نتیجہ۔

لاریب یورپ نے بنی نوعِ انسان کی بہت بھاری خدمت کی کہ غلامی کو نیست و نابود

کر دیا مگر مساوات کے راستے میں اور بہت سے سنگِ گراں لا کھڑے کئے۔ امریکہ جس نے غلامی کے استیصال کے لئے ہزاروں کا خون بہادیا۔ ایک گورا رنگ نہ رکھنے والے کو عدل اور قانون کے ناقابل سمجھتا ہے۔ اور اس کا جی چاہے پر خون گرانا عین عدالت قرار دیتا ہے۔ یہ رنگ کا بُت ہے جس کے آگے مساوات کی قربانی کی جاتی ہے۔ جرمنی اور فرانس تہذیب وتمدن علم وفضل کے گہوارے ہیں۔ مگر جنگ عظیم میں جو مظالم ایک دوسرے پر ٹوٹے۔ اس کی مثال غیر مہذب ملکوں کی تاریخ میں بھی نظر نہیں آتی۔ یہ وطن کا بُت ہے۔ جس کے آگے یوں مساوات کا خون کیا جاتا ہے۔

الغرض مساوات کا مقدس اصُول، مقدس بن کر اصول کی حیثیت میں کتابوں کے صفحوں میں اور مقرروں کے ہونٹوں پر ہر ملک وملت میں نظر آ سکتا ہے۔ لیکن اپنے نام لیواؤں میں اس کو یوں بدیہی بنا دینا کہ ایسا نہ سمجھنا تعجب خیز ہو جائے۔ یہ فقط اسلام ہی کا کام ہے۔

میرے محترم دوست مولانا مسلم بی۔ اے نے مساوات اسلامیہ پر یہ رسالہ تحریر کرنے سے مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ بنی نوع انسان کی یکساں طور پر خدمت کی ہے، کیونکہ مساوات زندگی کا اصل اصول ہے۔

مولانا مسلم علوم دینی و دنیوی سے بہرۂ وافر رکھتے ہیں۔ انشاء پردازی میں مانے ہوئے اور مناظرانہ طبیعت رکھتے ہیں۔ ان صفات کے اجتماع کا جو نتیجہ ہوگا، ظاہر ہے یہ رسالہ میری ستائش سے بالا ہے۔ اس سے قبل انجمن حمایت اسلام لاہور جو صوبہ کا سب سے بڑا علمی ادارہ ہے۔ اسی مضمون پر اوّل انعام دے چکی ہے۔ اب مصنف نے متذکرہ مضمون کو بہت زیادہ وسیع اور واضح کر کے کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے۔ امید ہے کہ مسلم اور غیر مسلم احباب اس مفید تصنیف کا ضرور مطالعہ کریں گے اور مصنف کی تحقیق اور کاوش کی داد دیں گے[1]

اظہار تشکر (از: مولانا مسلم)

میں اپنے قابل فخر اور واجب الاحترام فاضل دوست مسٹر محمد دین صاحب تاثیر

---

(۱) اسلام اور مساوات از مُسلم بی اے مطبوعہ لاہور ۱۹۱۸ء ص ۱ تا ص ۴

ایم۔ اے کا بصمیم قلب شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ایسا جامع مانع مقدمہ سپردِ قلم فرما کر میری ناچیز تصنیف کی قدر افزائی کی۔ میں انجمن حمایتِ اسلام لاہور کے شعبۂ اشاعت اسلام کا ممنون ہوں کہ اس نے میری تصنیف ''اسلام اور مساوات'' کے ایک حصہ کے عوض مجھے ۲۵ روپے بطور انعام مرحمت فرمائے، میں اپنے مخلص و مکرم احباب جناب ملک لال دین صاحب قیصر، شیخ غلام مصطفےٰ صاحب حیرت مدیر فردوس اور شیخ محمد اشرف صاحب تاجر کتب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس کتاب کی اشاعت پر مائل کیا۔ منشی فقیر اللہ صاحب قریشی خوشنویس (وزیر آبادی) میرے خاص تشکر کے مستحق ہیں کہ انہوں نے کتابت بہت توجہ سے کی۔ **''مسلم''**

● ''خواتین ملت''

پیش لفظ

از حکیم غلام نبی۔ ایم اے

پاکستان کا قیام اللہ اور اس کے رسول پاک ﷺ کے مقدس ناموس پر ہوا تھا۔ چنانچہ اس مملکت کے ظہور پذیر ہونے پر جب ہمارے مہاجر بھائی پاکستان میں وارد ہوئے۔ تو ہم نے دیکھا کہ ان میں سے اکثر مشرکانہ رسم و رواج میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اور اکثر کو اسلام کی ابتدائی باتوں تک سے واقفیت نہیں۔ اس ناگوار صورتِ حال سے متاثر ہو کر بعض درد دل رکھنے والے احباب لاہور میں مجتمع ہوئے اور انہوں نے مجلس قرآن پنجاب کی بنیاد رکھی۔ قرار پایا کہ اس مجلس کے ذریعہ عوام کو قرآن پاک کی تعلیماتِ عالیہ سے روشناس کرایا جائے۔ تا کہ وہ اس آزاد مملکت میں اپنے فرائض منصبی کو پوری طرح ادا کر کے دیگر آزاد قوموں کے شانہ بشانہ میدانِ ترقی میں گامزن ہوسکیں۔

اس مقصد ارفع کے حصول کے لئے مجلس قرآن نے تعلیماتِ قرآن پاک سے متعلق چھوٹے چھوٹے رسائل لکھ کر مفت تقسیم کرنے کا بندوبست کیا۔ ہمیں خوشی ہے کہ عوام نے ان رسائل کو حرزِ جان بنایا اور بعض مخیر احباب نے اس کارِ خیر میں اعانت بھی کی، لیکن ہماری

سرگرمیوں کا دائرہ اثر ابھی تک صرف لاہور ہی تک محدود تھا، مجھے پنجاب کے بعض علاقوں کا دورہ کرنے پر معلوم ہوا کہ ہمارے اکثر پنجابی بھائی بھی اسلام اور اس کی تعلیماتِ مقدسہ سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ اس چیز سے متاثر ہو کر پچھلے سال ایک کنونشن بلائی گئی جس میں مجلس قرآن کی تشکیلِ نو ہوئی اور مندرجہ ذیل اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے کام شروع کیا گیا:

(۱) تعلیماتِ قرآن و ارشاداتِ نبوی ﷺ کی اشاعت۔

(۲) اسلامی مساوات کی تبلیغ۔

(۳) اصلاح اخلاق و معاملات۔

پچھلے سال جب مجلس کا کام شروع کیا گیا۔ تو کاغذ کی گرانی نے وہ شدت اختیار کی کہ خدا کی پناہ! اس صورت حال میں ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہم نے حکومت کے اکثر دروازوں پر اپنی اس مشکل کے حل کے لئے دستک بھی دی لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کسی افسر نے بھی اس کام کو ضروری نہ سمجھا اور اسی لیے ہماری دستگیری کو ضروری خیال نہ کیا۔ خیر! ہم بھی بھکاریوں کی طرح ابھی تک دست سوال دراز کئے ہوئے ہیں، اور اب خدا کی بے پناہ مہربانی سے اس قابل ہو گئے ہیں کہ اپنی کوششوں کا پہلا ثمرہ آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ امید کامل ہے کہ قارئین کرام اس کتاب کی فروخت میں ہمیں پوری پوری امداد دینے کے علاوہ مجلس قرآن کے پیغام کو دور دور تک پہنچانے میں ہمارے ممد و معاون ہوں گے۔ اس کارِ خیر کا اجر جزیل آپ کو ربِّ جلیل دیں گے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

المرقوم ۔ ۲۰ر جنوری ۱۹۵۴ء

(حکیم) غلام نبی، ایم۔ اے
ناظم مجلسِ قرآن پنجاب، لاہور[1]

---

(۱) خواتین ملت از مُسلم بی اے، مکتبہ مجلس قرآن ۔ ۹۳ر میکلوڈ روڈ، لاہور

آخری ایام/وفات/تدفین

مولانا محمد بخش مسلم گزشتہ کئی دنوں سے صاحب فراش تھے۔ ۱۶ر فروری ۱۹۸۷ء کی رات کو بارہ بجے کے قریب تمام گھر والوں کو جمع کیا اور بڑی ہمت و جوان مردی سے اپنے پُر سوز لہجہ میں، گرج دار آواز سے پہلے تلاوت کی پھر اس کا ترجمہ کیا۔ تشریح بھی کی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ مسجد میں خطبہ دے رہے ہیں۔ بُعد میں انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا مسلمانو! تم سب ایک ہو جاؤ جب تمہارا خدا ایک، رسول ایک، کتاب ایک، تو پھر تم خود ایک کیوں نہیں ہوتے؟ تم دنیا پر غالب کیوں نہیں آتے؟ اس لئے کہ تم میں نفاق ہے انہوں نے کہا کہ اگر مسلمان آپس میں متحد ہو جائیں ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں تو تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ مولانا نے کہا کہ افغانستان پر روس نے جارحیت کی ہے اس لئے افغان مہاجرین کی مدد کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ انہوں نے تمام مسلمانوں اور اسلامی ملکوں خصوصاً پاکستان اور پاکستانی مسلمانوں کی ترقی و خوشحالی اور سالمیت کی دعا کی۔ دعا کے وقت آپ کے آنسو ٹپک رہے تھے۔ آخر میں انہوں نے صاف اور زوردار لہجے میں پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگایا اور کلمہ طیبہ پڑھ کر پھر نقاہت کے عالم میں چلے گئے۔ تمام گھر والے مبہوت، حیرانی کے عالم میں ان کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے گھریلو امور پر کوئی بات نہ کی۔ پھر ۱۷ر فروری کو ظہر کی نماز سے پہلے ہوش میں آئے سب گھر والے اُن کے سرہانے قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اس انداز میں جنبش دی جیسے وہ نماز پڑھ رہے ہیں، بعد میں انہوں نے کلمہ شریف پڑھا اور اپنی جان جاں آفرین کے سپرد کر دی۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔)

مولانا محمد بخش مسلم کی خواہش کے مطابق اُن کی نماز جنازہ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری صاحب نے پڑھائی۔ اس سلسلہ میں مولانا کے صاحبزادے محمد اسلم مسلم نے بتایا کہ مولانا کی خواہش اور وصیت تھی کہ نماز جنازہ میاں جمیل احمد صاحب مدظلہٗ پڑھائیں۔

جناب رؤف صاحب لکھتے ہیں:

مولانا محمد بخش مسلم کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے خاص عقیدت و ارادت تھی اور کہا کرتے تھے کہ سلسلہ کے بانی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے سب سے پہلے دو قومی نظریہ پیش کیا جس کی اساس پر پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ اور پھر اسی سلسلہ کے ایک اور بزرگ حضرت پیر حافظ سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے تحریک پاکستان میں جس والہانہ انداز میں جرأت و ہمت کے ساتھ قائداعظم کا ساتھ دیا اور تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اسی لئے وصیت فرمائی کہ میری نماز جنازہ نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کے بزرگ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری پڑھائیں۔ (۱)

۱۸ ر فروری ۱۹۸۷ء کو اُن کی نماز جنازہ میاں جمیل احمد شرقپوری نے پڑھائی، انہیں ہزاروں سوگواروں کی معیت میں ''مسلم مسجد'' کے تہ خانہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ وہاں اور بھی چند پرانے بزرگوں کی قبریں موجود ہیں۔

نماز جنازہ میں گورنر پنجاب مخدوم سجاد حسین قریشی، تحریک پاکستان کے کارکن اور عوام الناس بھی شامل تھے۔ نماز جنازہ میں شریک ہونے والوں میں سے چند نام یہ ہیں:۔

۱۔ مولانا عبدالستار خان نیازی۔
۲۔ سید ظہور عالم شہید۔
۳۔ مرزا محمد منور۔
۴۔ مفتی محمد حسین نعیمی۔
۵۔ میاں شجاع الرحمٰن، میئر لاہور
۶۔ نسیم حسن انصاری۔
۷۔ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی۔
۸۔ ملک ایم ڈی فاروق۔
۹۔ مولانا خلیل احمد قادری۔
۱۰۔ سید محمود احمد رضوی۔
۱۱۔ ملک محمد شفیع۔
۱۲۔ پروفیسر قاری مشتاق
۱۳۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری وغیرہم شامل تھے۔

---

(۱) ہفت روزہ استقلال، لاہور۔ ۱۳ تا ۲۶ ر فروری ۱۹۸۷ء مضمون۔ رؤف

نذرِ عقیدت

از: ابو طاہر فدا حسین فدآ

بخدمت اقدس مبلّغِ اسلام فخرِ اہل سنت حضرت مولانا محمد بخش مسلم بی اے علیہ الرحمہ

نبی کے عاشق صادق وہ مردِ باخدا دیکھے
جناب حضرتِ مسلم، حقیقت آشنا دیکھے
نہیں ہے کوئی عالم ان کا ہمسر آجِ عالم میں
نقیبِ دین وملّت وہ خطیب خوش نوا دیکھے
لُٹائے گنج ہائے علم وعرفاں آپ نے ہر سُو
خدا شاہد وہ ایسے صاحبِ فقر وغنا دیکھے
کہاں ہیں فی زمانہ ہستیاں ایسی زمانے میں
کہاں چشم فلک نے بھی ہیں ایسے حق نما دیکھے
ہے احکامِ شرع و دیں سے وہ تا زیست وابستہ
جہانِ کفر وظلمت میں بھی ہم نے باخدا دیکھے
رہے تا زندگی مردانِ حق کے معتقد تھے وہ
حبیب شیر ربانی، محبّ اولیا دیکھے
محمد بخش مسلم، پیر صد سالہ، ادب آگاہ!
فدآ شانِ رسالت پر وہ سو جان سے فدا دیکھے[1]

قطعہ تاریخ وصال

از: ابو الطاہر فدا حسین فدآ

مولانا محمد بخش مسلم بی اے نور اللہ مرقدہٗ

ولادت: ۲۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۰۴ھ، ۱۸ر فروری ۱۸۸۷ء

وصال: ۱۸ر جمادی الآخر ۱۴۰۷ھ، ۱۷ر فروری ۱۹۸۷ء

پیر صد سالہ محمد بخش آہ! دہر فانی سے گئے وہ بیگماں
کامرانی سے ہوئے وہ ہمکنار مل گئی اُن کو حیاتِ جاوداں
قاطع الحاد وکفر وشرک تھے مسلکِ سُنت کے وہ روحِ رواں
سر میں تھا سودائے عشقِ مصطفےٰ دردِ مِلت کی تڑپ دل میں نہاں

---

(۱) نتیجہ افکار ابو الطاہر فدا حسین فدآ۔ غیر مطبوعہ ۲۹ر مارچ ۱۹۸۷ء مملوکہ سید محمد عبد اللہ قادری)

صاحب علم و عمل، واعظ خطیب   عظمتِ دینِ متیں کے پاسباں
اہل دل، اہل نظر، جان شعور   علم و حکمت کا وہ بحرِ بیکراں
کررقم اُن کا سنِ رحلت فدؔا
''قلزم دیں مسلمِ خُلدِ آشیاں''[1]
۱۴۰۷ھ

قطعہ تاریخ وصال حضرت مولانا محمد بخش مسلم لاہور

۱۷ فروری ۱۹۸۷ء، ۱۸ جمادی الثانی ۱۴۰۷ھ

''جلوۂ شان خطابت''   ''نغمہ گر محمدؐ''
۱۴۰۷ھ   ۱۴۰۷ھ
''شمشیر خطابت حزب حق''   ''تیغ زباں منادِ جیش جنوں''
۱۹۸۷ء   ۱۹۸۷ء

* * *

اک ایسا گوہرتابندۂ دامانِ ملت ہے   فزوں سے جس کی ہر لمحہ فزوں تر قدر و قیمت ہے
یہ کس مردِ جری و معرکہ آرا کی رحلت ہے؟   ملال و حزن کی تصویر جنگاہِ عزیمت ہے
یہ ہے ترحیل مولانا محمد بخش مسلم کی   مسلّم جن کی حق گوئی و بیبا کی و جرأت ہے
بسالت جن کی ہے نا قابل تردید سچائی   وہ جن کی ہر گمان و شک سے بالاتر جسارت ہے
نواے تیز جن کی شعلۂ آزادیٔ ملت   وہ جن کی قوتِ تحریک آزادی خطابت ہے
خطیبِ بے بدل، یکتا مقرر، عالم و عارف   زمانہ اُن کی اعلیٰ خوبیوں پر محوِ حیرت ہے
اک عاقل، قائدِ اقبال کا دیوانہ و شیدا   قلندر جس کی اسکندر سے بڑھ کر شان و شوکت ہے

سروپائے ''اسد'' سے سالِ وصل حضرتِ مسلم
سروشِ غیب کی تائید سے ''قصرِ خطابت'' ہے[2]
۵ + ۱۴۰۲ = ۱۴۰۷ھ   ۱۴۰۲ھ

---

(۱) معدن التواریخ۔ از ابوالطاہر فدا حسین فدؔا۔ ادارہ معارف نعمانیہ شاد باغ لاہور ۱۹۹۲ء ص ۶۳

(۲) نتیجۂ فکر سردار عبدالقیوم خان طارق سلطانپوری غیر مطبوعہ مملوکہ سید محمد عبداللہ قادری (راقم السطور)

قطعہ تاریخ وصال

از صاحبزادہ فیض الامین فاروقی سیالوی

"ماہتابِ صادقاں مولانا محمد بخش مُسلم"
۱۹۸۷ء

شُد محمد بخش مُسلم حق بیاں — فاضلِ یکتا خطیب نکتہ داں
شہریارِ عالماں عظمت نشاں — بود در علم و عمل کوہِ گراں
بُد محقق ہم مصنف بے مثال — ہر کتابِ او حقیقت راضماں
در جمادی ثانوی رحلت نمود — سوئے فردوس جناں رفتہ دواں
مرقدش راکن منوّر یا خدا — دِہ مکانش در جوار قدسیاں
گفت سالِ رحلتش فیض الامیںؔ
"شد مہین دہر مخدومِ زماں"
۱۴۰۷ھ

●

دیگر

"رفیع القدر مولانا محمد بخش مُسلم"
۱۹۸۷ء

آہ محمد بخش مسلم صاحبِ صدق و صفا — دے گیا اہل جہاں کو داغِ فرقت حسرتا
یوں کہا فیض الامین نے مصرعِ سالِ وصال — "عالم یکتا محمد بخش مسلم مرحبا"
۱۹۸۷ء

---

(۱) مکتوب صاحبزادہ فیض الامین فاروقی سیالوی بنام سید محمد عبداللہ قادری (راقم الحروف) محررہ ۲۷ راگست ۲۰۰۲ء

ماخذ

کُتب:۔

- اسلام اور مساوات از مسلم بی اے۔ ۱۹۱۸ء
- مقروض قوم از مسلم بی اے۔ انجمن خادم المسلمین۔ بیرون لوہاری گیٹ لاہور ۱۹۳۵ء
- خواتین ملت از مسلم بی اے۔ ۱۹۵۴ء
- فارسی پاکستانی و مطالب پاکستان شناسی (جلد یکم) ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی رہا۔
- مرکز تحقیقات ایران و پاکستان راولپنڈی۔ ۱۹۷۴ء
- دینیات برائے ہشتم۔ ناشر نیو کریسنٹ پبلشرز لاہور۔ مارچ ۱۹۷۵ء
- مولانا غلام محمد ترنم، از حکیم محمد موسیٰ امرتسری۔ انجمن تبلیغ الاحناف (امرتسر) لاہور ۱۹۷۱ء
- آزادی دے مجاہد لکھاری۔ از ڈاکٹر شہباز ملک، مکتبہ میری لائبریری لاہور نمبر ۲: ۱۹۸۱ء
- یاد ایام۔ از میاں امیر الدین، کتب خانہ انجمن حمایت اسلام، لاہور ۱۹۸۳ء
- مولانا محمد بخش مسلم کے سو سال پر طائرانہ نظر، رانا محمد ارشد رضوی، اسلام اکیڈمی لاہور
- اردو کی بہترین نعتیہ غزلیں، سید نور محمد قادری، فضل نور اکیڈمی چک سادہ شریف گجرات
- تحریک پاکستان گولڈ میڈل، شعبہ تحریک پاکستان محکمہ اوقاف و ثقافت پنجاب
- اسلامیات لازمی برائے نہم و دہم (سنی طلبہ) جمال بک ڈپو لاہور، ۱۹۹۲ء
- معدن التواریخ۔ ابو الطاہر فدا حسین فدا۔ ادارہ معارف نعمانیہ، لاہور ۱۹۹۲ء
- اشاریہ ضیائے حرم (ابتدائی بیس سال) عابد حسین شاہ، پیرزادہ ۱۹۹۷ء
- مرآۃ التصانیف، حافظ عبد الستار چشتی، مکتبہ قادریہ، لاہور

رسائل:

- صوفی، پنڈی بہاء الدین، مدیر ملک محمد الدین اپریل ۱۹۲۴ء، ص ۴۳
- صوفی، پنڈی بہاء الدین، مدیر ملک محمد الدین، اکتوبر ۱۹۲۵ء، ص ۴۳

- فیض الاسلام، راولپنڈی، جون ۱۹۶۱ء مضمون حکیم محمد حسین عرشی امرتسری۔
- نقوش لاہور (لاہور نمبر) ص ۵۸۸، ص ۵۸۹، فروری ۱۹۶۲ء، مدیر: محمد طفیل
- قومی زبان، کراچی، ص ۸۰، اپریل ۱۹۶۸ء، مضمون ڈاکٹر محمد ایوب قادری
- کتاب لاہور (سالنامہ) ص ۷۰۵، نومبر ۱۹۶۸ء، سید قاسم محمود۔
- فیضان، فیصل آباد، جون ۱۹۷۹ء، ۱۹۸۰ء، مضمون سید نور محمد قادری
- فیضان، فیصل آباد، فروری ۱۹۸۰ء، مضمون محمد بخش مسلم بی اے
- قومی ڈائجسٹ، لاہور اگست ۱۹۸۳ء مضمون محمد اسلم ڈوگر، ص ۱۸، ۱۹
- ضیائے حرم، لاہور اپریل، مئی ۱۹۸۴ء، مضمون محمد بخش مسلم، ص ۱۰۷
- فکر و نظر، اسلام آباد، جنوری مارچ ۱۹۸۷ء، اداریہ، ص ۱۴۲
- ہفت روزہ استقلال، لاہور ۱۳ تا ۲۶ فروری ۱۹۸۷ء، مضمون رؤف۔
- انوار الفرید، ساہیوال۔ مارچ ۱۹۸۷ء
- نور الحبیب، بصیر پور اوکاڑہ۔ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ، ص ۱۴
- جہانِ رضا، لاہور اپریل ۱۹۹۴ء، ص ۴۲، ۴۳

روزنامے:

- جنگ، راولپنڈی۔ ۲۳ اگست ۱۹۸۰ء
- نوائے وقت میگزین ۲۵ دسمبر ۱۹۸۱ء
- جنگ لاہور ۶ مارچ ۱۹۸۳ء مضمون مولانا کوثر نیازی
- نوائے وقت لاہور ۱۸ فروری ۱۹۸۷ء مضمون مولانا محمد عبدالستار خان نیازی
- نوائے وقت لاہور ۱۹ فروری ۱۹۸۷ء، مضمون مولانا محمد عبدالستار خان نیازی
- نوائے وقت لاہور ۲۰ فروری ۱۹۸۷ء، مضمون مولانا محمد عبدالستار خان نیازی
- دی نیشن لاہور ۲۵ فروری ۱۹۸۷ء مضمون ایم اے نیازی۔

- روزنامہ امروز لاہور ۱۹ اپریل ۱۹۸۷ء، مضمون سید محمد عبداللہ قادری
- نوائے وقت میگزین لاہور ۶ مارچ ۱۹۸۷ء، مضمون میرزا ادیب
- نوائے وقت میگزین لاہور ۱۰ اپریل ۱۹۸۷ء، مضمون پروفیسر محمد عثمان
- نوائے وقت لاہور یکم جون ۱۹۸۷ء، مضمون ڈاکٹر محمد باقر
- نوائے وقت لاہور ۱۹ جولائی ۱۹۸۷ء، مضمون ملک غلام نبی
- نوائے وقت مگیزین لاہور یکم جنوری ۱۹۸۸ء، مضمون خالد محمود ربانی
- نوائے وقت مگیزین لاہور ۲۲ جولائی ۱۹۸۸ء، مضمون م ش (میاں محمد شفیع)
- جنگ لاہور، ۲۰ اگست ۱۹۸۷ء

مکاتیب:

- محمد عبداللہ قریشی بنام سید نور محمد قادری محررہ ۲ مئی ۱۹۸۷ء
- محمد عبداللہ قریشی بنام سید نور محمد قادری محررہ ۱۰ مئی ۱۹۸۷ء
- میاں جمیل احمد شرقپوری بنام سید محمد عبداللہ قاری فروری ۱۹۹۵ء
- خورشید احمد خاں بنام سید محمد عبداللہ قادری ۱۴ مارچ ۱۹۹۵ء
- مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری بنام سید محمد عبداللہ قادری ۲۱ اپریل ۱۹۹۵ء
- سردار علی احمد خاں بنام سید محمد عبداللہ قادری ۱۵ مئی ۱۹۹۵ء
- ڈاکٹر وحید قریشی بنام سید محمد عبداللہ قادری ۲۰ جون ۱۹۹۵ء
- پروفیسر محمد مسعود احمد بنام سید محمد عبداللہ قادری ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۵ء
- ''آہ مولانا محمد بخش مسلم بی اے''، مضمون میاں اخلاق احمد (قلمی) مملوکہ سید محمد عبداللہ قادری
- قطعہ تاریخ وصال مولانا محمد بخش مسلم۔ از طارق سلطان پوری مملوکہ سید محمد عبداللہ قادری
- نذرِ عقیدت مولانا محمد بخش مسلم۔ از ابوالطاہر فدا حسین فدا (قلمی) ۲۸/ مارچ ۱۹۸۷ء مملوکہ " "
- صاحبزادہ فیض الامین فاروقی سیالوی بنام سید محمد عبداللہ قادری ۲۷/ اگست ۲۰۰۲ء

سید محمد عبداللہ قادری کا خودنوشت سوانحی خاکہ

- نام: سید محمد عبداللہ قادری
- ولدیت: سید نور محمد قادری (مئی ۱۹۲۵ء۔ نومبر ۱۹۹۶ء) مدفون چک ۱۵ شمالی گجرات/
- دادا: حافظ سید محمد عبداللہ قادری (۱۸۵۷ء)۔ دسمبر ۱۹۴۱ء) مدفون گجرات/منڈی بہاءالدین
- پردادا: مفتی سیالکوٹ مولوی سید محمد چراغ شاہ نقشبندی (م۔ ۱۸۸۷ء) مدفون، بوکن گجرات
- والدہ ماجدہ: ثریا بیگم دختر سید مظہر حسین قادری (م ۱۹۷۷ء) بوکن گجرات
- تاریخ پیدائش: ۱۰/اکتوبر ۱۹۵۶ء
- سلسلہ نسب: ''سادات بخاری''
- مقام پیدائش: چک ۱۵ شمالی ضلع گجرات/منڈی بہاءالدین
- ابتدائی تعلیم: والد مکرم سید نور محمد قادری سے حاصل کی۔
- دنیاوی تعلیم: ایف اے ۱۹۷۶ء
- بیعت: سلسلہ قادریہ میں حضرت صاحبزادہ محبوب عالم قادری، (م دسمبر ۱۹۸۲ء) خلیفہ مجاز، برادرزادہ حضرت قاضی سلطان محمود قادری (م مئی ۱۹۱۹ء) آوان شریف ضلع گجرات کے دست حق پرست پر ۵/ستمبر ۱۹۸۱ء کو بیعت ہوا۔
- شعبہ: سوانح نگاری، ادب، تحقیق۔
- زبان دانی: اردو، پنجابی۔
- شادی: ۲/دسمبر ۱۹۸۲ء ہمراہ سیدہ رخسانہ اختر دختر سید گلزار محمد قادری (حقیقی چچا)
- اولاد: سید محمد مسعود عبداللہ (پ ۲۵/جولائی ۱۹۸۶ء)
  سیدہ فرخندہ ماہتاب (پ ۷/مارچ ۱۹۸۹ء)
  سید محمد محمود عبداللہ (پ ۱۹۹۱ء۔ ف ۱۹۹۵ء)

(سیدہ رخسانہ اختر معہ سید محمد محمود عبداللہ، ۱۸/جون ۱۹۹۵ء کو گجرات بم دھماکہ میں وفات پاگئیں)

- دوسری شادی: ۵/ستمبر ۱۹۹۹ء ہمراہ سیدہ عصمت اقبال، دختر سید محمد اقبال حسین شاہ (م نومبر ۱۹۹۹ء) واہ کینٹ۔

● اولاد: بیٹا: سید محمد نور عبداللہ۔ (پ۔ یکم جون ۲۰۰۰ء)

(سیدہ عصمت اقبال کی پہلی بیٹی: سیدہ ماریہ منور بھی ہمارے پاس ہے)

● ملازمت: واہ کینٹ۔ ۲۹ر مئی ۱۹۷۶ء

● مستقل رہائش: چک ۱۵ شمالی ڈاک خانہ چک ۵ تحصیل و ضلع منڈی بہاء الدین

● عارضی پتا: ۲۰ر ایف۔ ۲۲۵۔ واہ چھاؤنی۔

تصنیفات وتالیفات:

مطبوعہ کتب:

- حکیم محمد موسیٰ امرتسری — ایک ادارہ۔ ایک تحریک۔ ناشر داتا گنج بخش اکیڈمی، بلال گنج لاہور ۱۹۹۱ء
- طارق سلطانپوری اور اُن کی شاعری۔ ماہنامہ رزم نو گجرات جون ۲۰۰۲ء

زیر اشاعت:

- سید ہجویر مخدوم امم رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ
- مبلغ تحریک پاکستان۔ مولانا محمد بخش مسلم بی۔ اے
- سید نور محمد قادری (احوال و آثار)

زیر ترتیب:

- تذکرہ مشائخ آوان شریف
- تذکرہ مولوی سید محمد چراغ شاہ اور ان کے خاندان
- تذکرہ حاجی سید علی اکبر شاہ خوارزمی

چند مطبوعہ مقالات / مضامین:

سید نذیر نیازی کے چند اہم خطوط: روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۱۲ر مئی ۱۹۸۱ء
مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری: پندرہ روزہ واہ کاری گر، واہ کینٹ یکم جون ۱۹۸۰ء
دارالعلوم انجمن نعمانیہ، لاہور: روزنامہ امروز لاہور ۲۴ر فروری ۱۹۸۲ء
حضرت سائیں گوہر الدین: ماہنامہ المعین ساہیوال، مارچ ۱۹۸۴ء
مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری: ماہنامہ المعین ساہیوال شمارہ اکتوبر ۱۹۸۴ء
شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی: پندرہ روزہ عکس بولان کوئٹہ ۱۶ر دسمبر ۱۹۸۵ء تا ۱۵ر جنوری ۱۹۸۶ء

حضرت قاضی سلطان محمود قادری اور پیر سید جماعت علی شاہ: ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور جون ۱۹۹۱ء

سید نور محمد قادری اور اقبالیات: سہ ماہی اقبال لاہور اکتوبر ۱۹۹۲ء تا جنوری ۱۹۹۳ء

صاحبزادہ محبوب عالم قادری: ماہنامہ ضیائے حرم لاہور جنوری ۱۹۹۳ء

صاحبزادہ محبوب عالم قادری سے چند یادگار ملاقاتیں: ماہنامہ ضیائے حرم لاہور اکتوبر ۱۹۹۶ء

اعلیٰ حضرت بریلوی اور دہلی کا شریفی خاندان: مجلّہ معارف رضا کراچی ۱۹۹۷ء

حضرت علامہ محمد اقبال اور مولانا محمد بخش مسلم بی۔اے: ضیائے حرم لاہور نومبر ۱۹۹۹ء

ڈاکٹر محمد الدین تاثیر اور مولانا محمد بخش مسلم بی۔اے: روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۱۶؍مئی ۲۰۰۰ء

ڈاکٹر مختار الدین احمد علی گڑھ سے ایک ملاقات: روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۰؍جون ۲۰۰۰ء

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری سے چند یادگار ملاقاتیں: ماہنامہ ضیائے حرم لاہور جولائی ۲۰۰۰ء

ڈاکٹر محمد الدین تاثیر کی نادر تحریر: سیارہ لاہور دسمبر ۲۰۰۰ء اشاعت نمبر ۴۶

حکیم محمد موسیٰ امرتسری پر ایک نظر: کنز الایمان لاہور جنوری ۲۰۰۱ء

مرشد حکیم محمد موسیٰ امرتسری (حضرت شاہ ضیاء الدین قادری[1]): کنز الایمان لاہور جنوری ۲۰۰۱ء

شیخ وحید احمد مسعود بدایونی کے دو خطوط: ضیائے حرم لاہور فروری ۲۰۰۱ء

مکاتیب پیر فضل گجراتی بنام سید نور محمد قادری: مشمولہ: پنجابی دا قطبی تارا۔ المیر ٹرسٹ گجرات، جنوری ۲۰۰۱ء

عبدالرحمٰن چغتائی کی ایک تحریر۔ تاثیر میرا دوست: ماہنامہ سیارہ لاہور مارچ اپریل ۲۰۰۱ء

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی، چند تاثرات: مجلّہ انوارِ رضا، جوہر آباد ۲۰۰۱ء

علامہ محمد اقبال کے ہاں واقعہ نصف شب کا راوی، مولانا نیازی: مجلّہ انوار رضا، جوہر آباد ۲۰۰۱ء

فنِ تاریخ گوئی میں سالم تاریخیں: مجلّہ پیغام آشنا اسلام آباد شمارہ ۵، ۶ جون ۲۰۰۱ء

علامہ اقبال کے دو شعر: روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۱۰؍اپریل ۲۰۰۱ء

میاں عبدالباری علیگ کی وطن واپسی: روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۹؍جنوری ۲۰۰۲ء

خواجہ حسن نظامی کی ایک نادر تحریر: روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۱۲؍مارچ ۲۰۰۲ء

اقبال اور حیرت: روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۱؍مئی ۲۰۰۲ء

اقبال اور تمنائے سفرِ حجاز: روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۵؍جون ۲۰۰۲ء

اقبال ماہر القادری کی نظر میں: روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۰؍اگست ۲۰۰۲ء

---

[1] حکیم صاحب میاں علی محمد صاحب بسّی شریف والوں کے مرید تھے، حضرت ضیاء مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے انہیں اجازت حاصل تھی۔ ۱۲ اشرف قادری

پیغامِ رضا امتِ مسلمہ کے نا

فروغ تعلیم اور امت مسلمہ کے کامیاب مستقبل کیلئے

امام احمد رضا کا دس نکاتی پروگرام

۱۔ عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

۲۔ طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔

۳۔ مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کارروائیوں پر دی جائیں۔

۴۔ طبائع طلبہ کی جانچ ہو، جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جا

۵۔ ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً وتقریراً وواعظاً ومنا
اشاعت دین ومذہب کریں۔

۶۔ حمایتِ مذہب وردِّ بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں

۷۔ تصنیف شدہ اور نوتصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کیے جائیں۔

۸۔ شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں، جہاں جس قسم کے واعِظ یا مُناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آ
اطلاع دیں، آپ سرکوبی اعداء کیلئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

۹۔ جو ہم میں قابلِ کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہوں، وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جا
اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

۱۰۔ آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں جو وقتاً فوقتاً ہر قسم کی حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیم
بلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ: ”آخر زمانے میں دین کا کام بھی درہم ودینار سے چلے گا“

اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ (قدیم) جلد نمبر ۱۲ صفحہ ۱۳۳)